•جلد 13/•شمارہ 11/•جون/2024

Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہمِ دین

جاں باز

لبیک اللھم لبیک

وقتِ دعا

بے چاری گائے

فیصلے کی گھڑی

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

91400056741

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

وقف قربانی 2024
WAQF QURBANI
ضرورت مندوں کے لیے

بیت السلام
BAITUSSALAM

عالمی ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

پاکستان کی سب سے بڑی وقف قربانی کا قابلِ اعتماد ادارہ

گائے فی حصہ	A	B	C
	Rs. 17,500	Rs. 14,500	Rs. 11,500

بکرا	A	B
	Rs. 40,000	Rs. 32,000

BOOK YOUR
QURBANI NOW

bwt.ngo/qurbani

+92 21 111 298 111

QURBANI HELPLINE 0334 7872264
QURBANI

ماہ نامہ

فہمِ دین

کراچی

جون 2024

فہم وفکر

مدیر کے قلم سے		04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

وقت دِعا	رشید عطا	10
عید الاضحی تاریخی پس منظر	ساجدہ حسین	11
آب زمزم	حکیم شمیم احمد	12
حضرت امامہ رضی اللہ عنہا	ندا اختر	13
قربانی اور ہمارے رویے	اُمّ ابراہیم	15
مسائل پوچھیں	مفتی محمد توحید	16
قربانی	عیناشیخ	18
ایفائے عہد	دانیال حسین	18

خواتینِ اسلام

فیصلے کی گھڑی	ام محمد عبد اللہ	20
دکھاوے کی قربانی	بیگم ناجیہ شعیب	22
ہمارا بکرا	راحمین ایاز	23
قربانی سنت ابراہیمی	فاطمہ ابراہیم	25
ناناجان کے نام خط	تماضر ساجد	27
عمل	قانتہ رابعہ	27
حقیقی عید قرباں	انیسہ عائش	28
دس باغ	ساجدہ بتول	29
قصہ ایک بادشاہ کا	بنت مسعود	31
آیت الکرسی کا کمال	افراح رفیق	32

باغچہ اطفال

قربانی کی روح	حمیرا علیم	34
حضرت خباب رضی اللہ عنہ	بنت تاجور	35
ہوائی تخت	ڈاکٹر الماس روحی	36
بے چاری گائے	حفصہ فیصل	37
عید الاضحی	یسریٰ عبد الرحمن	38
مددگار روبوٹ	مسز ملک	39

بزمِ ادب

مجھ کو عیدی آپ دیں	ساجدہ بتول	42
حمد باری تعالیٰ	خرم فاروق ضیا	43
گلدستہ	حافظ محمد اطہر	44

اخبار السلام

اخبار السلام	ادارہ	46

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمن
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	فیضان الحق شمسی

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

ناشر: فیصل زبیر | مطبع: واسا پرنٹر | مقامِ اشاعت: دفتر فہمِ دین

مدیر کے قلم سے

جاں باز

غزہ کے معرکے کو شروع ہوئے تقریباً 8 ماہ ہونے کو ہیں، مگر عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی۔ جاں بازوں اور دِل کی بازی لگانے والوں کی چالیں دُنیا والوں اور اہلِ عقل کو ابھی تک سمجھ نہ آ سکیں۔ ٹیکنالوجی کے اس دور میں اپنی بنائی ہوئی ٹیکنالوجی کو یوں بار بار رُسوا ہوتا دیکھ کر وہ بھی عاجز ہو گئے۔ ایمان والوں کے مقابلے میں اُن بے ایمانوں کی ایک نہیں چل رہی، دیسی اور لوکل ہتھیاروں کے مقابلے میں جدید اور اپ گریڈ ہتھیار بے بس ہو گئے اور خدا کے شیروں کی انٹیلی جنس نے اُن کی انٹیلی جنس اداروں کو دُنیا کے سامنے تماشا بنا کر رکھ دیا ہے۔ دشمن کوئی ایسی کام یابی چاہتا ہے، جو اس کے لیے فیس سیونگ بن سکے، مگر اللہ کے شیر ہر جگہ انھیں ذلت و رسوائی سے دوچار کر دیتے ہیں۔

7 اکتوبر کے کچھ دِنوں بعد ہی اللہ کے شیروں نے اسرائیلی کمانڈر کرنل عساف حمامی کو گرفتار کیا، انھیں اپنے پاس سرنگوں کی بھول بھلیوں میں لے گئے، مگر دشمن کو اس کی بھنک تک نہیں پڑنے دی۔ پھر دشمن کو یہ پیغام پہنچایا کہ کرنل حمامی ہلاک ہو چکا ہے اور اس کی ڈیڈ باڈی ہماری پاس ہے۔ دشمن نے اس خبر کو مخفی رکھ کر اس کی تحقیقات کیں اور پھر دو ماہ بعد دسمبر کے مہینے میں اسرائیل نے اس کی ہلاکت کی تصدیق کر دی اور تابوت میں زخموں سے چُور ایک فرضی لاش رکھ کر اہلِ خانہ کے حوالے کر دی، جنازہ، تدفین اور تمام تعزیتی رسوم سرکاری پروٹوکول کے ساتھ ادا کی گئیں۔ رات گئی، بات گئی، تاریخ اس واقعے کو دفن کر کے آگے بڑھ گئی، مگر ابھی کچھ دِنوں پہلے حماس نے اسرائیلی انٹیلی جنس کا بھانڈا پھوڑ دیا اور کرنل حمامی کے زندہ ہونے کی ویڈیو جاری کر دی، بلکہ ویڈیو میں یہ بھی دِکھلا دیا کہ پہلے تو وہ زخمی تھے، مگر اب تو وہ صحت مند اور بھلے چنگے ہیں۔ اسرائیل کے لیے یہ بڑی رُسوائی کی بات تھی، وہ اپنے اوپر لگے اس دھبے کو مٹانا چاہتا تھا اور اس کی صورت یہ تھی کہ اگر کرنل حمامی کو غزہ کی سرنگوں میں ہی قتل کر دیا جائے تو ہم حماس کو یہ کہہ کر جھوٹا ثابت کر دیں گے کہ کرنل حمامی کی زندہ ہونے کی ویڈیو پرانی ہے، اب کی نہیں ہے۔ حماس نے بھی ایک بار پھر اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔

اللہ کے شیروں نے اپنا ڈبل ایجنٹ دشمن کے پاس بھیجا، جس نے انھیں اپنی مخبری کے پکا ہونے کا یقین دِلا دیا کہ کرنل حمامی کو گرفتار کر کے غزہ کی فلاں سرنگ میں رکھا گیا ہے۔ دشمن نے منصوبہ بندی کی اور اس سرنگ میں اترنے اور وہاں جا کر کرنل حمامی کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا، دوسری طرف جاں بازوں نے بھی شطرنج کی چال کو اس طرح ترتیب دے دیا کہ جو اس سرنگ میں اترے، وہ واپس نہ جا سکے۔ دشمن کی ایک بڑی تعداد آئی، سرنگ میں اتری، جاں بازوں نے طے شدہ منصوبے کے مطابق سرنگ کو گھیرے میں لے لیا۔ بارودی سرنگ پھٹی، دشمن کی بڑی تعداد ہلاک ہو گئی، کچھ لوگ زخمی ہو گئے، جنہیں جاں بازوں نے گرفتار کر لیا اور گھسیٹتے ہوئے اپنی سرنگوں میں لے گئے اور اُن میں سے ایک کی گرفتاری کی ویڈیو بھی جاری کر دی اور ابو عبیدہ نے باقی تفصیلات کے حوالے سے کہہ دیا کہ وہ مناسب وقت پر بتلائی جائیں گی۔

دشمن ایک بار پھر شکست کھا گیا، اس کی انٹیلی جنس ایک ہی واقعے میں دو بار دھوکا کھا گئی، پہلی بار کرنل حمامی کی موت کو یقینی ماننے اور اس کا اعلان کرنے اور پھر تدفین کرنے پر اور دوسری بار اس کو غزہ کی ایک سرنگ میں قتل کرنے کی منصوبہ بندی کے وقت میں پھر جاں بازوں کے بچھائے جال میں پھنس گیا۔ دشمن اس وقت ہر محاذ پر شکست سے دوچار ہے۔ حتی کہ مذکورہ بالا دونوں واقعات میں اسرائیلی انٹیلی جنس کی کارکردگی کا پول بھی کھل چکا ہے، سفارتی سطح پر پوری دُنیا کے عوام غزہ کی مظلوم عورتوں اور بچوں کے ساتھ کھڑے ہیں، عالمی عدالت کے فیصلوں میں نیتن یاہو کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے ہیں، یورپی ممالک میں سے تین فلسطین کو مستقل ریاست کے طور پر تسلیم کر چکے ہیں، اور اس طرح فلسطین کو تسلیم کرنے والے ممالک کی تعداد 146 ہو گئی ہے۔

قارئینِ گرامی! فتح یقیناً جاں بازوں کی ہو گی، رُسوائی دشمن کا مقدر ہے اور رہے گا۔ بس ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے دِل کن کے ساتھ دھڑکتے ہیں؟ ہماری دعاؤں میں کیا غزہ اب بھی باقی ہے؟ کیا اسرائیلی مصنوعات کا ہمارا بائیکاٹ اب بھی جاری ہے؟ اور کیا اب بھی ہمارے مال میں ہمارے غزہ کے مظلوم بھائیوں، بہنوں اور بچوں کا حصہ ہے؟ اگر ہے تو پھر فکر کی کوئی بات نہیں، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا حشر قیامت کے دِن اسی کے ساتھ ہو گا، جس سے وہ محبت رکھتا ہے اور ہمیں امید ہے کہ ہمارا حشر بھی اہلِ غزہ کے ساتھ ہو گا ان شاء اللہ!

اخوکم فی اللہ

محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

المائدة 106-103

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَاَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ 103

ترجمہ: اللہ نے کسی جانور کو نہ بحیرہ بنانا طے کیا ہے، نہ صاحبہ، نہ وصیلہ اور نہ حامی، لیکن جن لوگوں نے کفر اپنایا ہوا ہے، وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگوں کو صحیح سمجھ نہیں ہے۔ 103

تشریح نمبر 1: یہ مختلف قسم کے نام ہیں، جو زمانۂ جاہلیت کے مشرکین نے رکھے ہوئے تھے، بحیرہ اس جانور کو کہتے ہیں، جس کے کان چیر کر اس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کر دیا جاتا تھا۔ سائبہ وہ جانور تھا، جو بتوں کے نام کر کے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا، اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا حرام سمجھا جاتا تھا۔ وصیلہ اس اونٹی کو کہتے تھے، جو لگاتار مادہ بچے جنے، بیچ میں کوئی نر نہ ہو، ایسی اونٹنی کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور حامی وہ نر اونٹ ہوتا تھا، جو ایک خاص تعداد میں جفتی کر چکا ہو، اسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ 104

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کلام نازل کیا ہے، اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے جس دین پر اپنے باپ دادوں کو پایا ہے، ہمارے لیے وہی کافی ہے، بھلا اگر ان کے باپ دادے ایسے ہوں کہ نہ ان کے پاس کوئی علم ہو اور نہ کوئی ہدایت تو کیا پھر بھی یہ انہی کے پیچھے چلتے رہیں گے۔ 104

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ 105

ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنی فکر کرو اگر تم صحیح راستے پر ہے ہو گے تو جو لوگ گمراہ ہیں، وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، اُس وقت وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا عمل کرتے رہے ہو۔ 105

تشریح نمبر 2: کفار کی جو گمراہیاں پیچھے بیان ہوئی ہیں ان کی وجہ سے مسلمانوں کو صدمہ ہوتا تھا کہ اپنی ان گمراہیوں کے خلاف واضح دلائل آ جانے کے بعد اور آں حضرت ﷺ کی طرف سے بار بار سمجھانے کے باوجود یہ لوگ اپنی گمراہیوں پر جمے ہوئے ہیں، اس آیت نے ان حضرات کو تسلی دی ہے کہ تبلیغ کا حق ادا کرنے کے بعد تمہیں ان کی گمراہیوں پر زیادہ صدمہ کرنے کی ضرورت نہیں اور اب زیادہ فکر خود اپنی اصلاح کی کرنی چاہیے، لیکن جس بلیغ انداز میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے، اس میں ایک تو ان لوگوں کے لیے ہدایت کا بڑا سامان ہے، جو ہر وقت دوسروں پر تنقید کرنے اور ان کے عیب تلاش کرنے میں تو بڑے شوق سے مشغول رہتے ہیں، مگر خود اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کی زحمت نہیں اٹھاتے، ان کو دوسروں کا تو چھوٹے سے چھوٹا عیب آسانی سے نظر آ جاتا ہے، مگر خود اپنی بڑی سے بڑی برائی کا احساس نہیں ہوتا، ہدایت یہ دی گئی ہے کہ اگر بالفرض تمہاری تنقید صحیح بھی ہو اور دوسرے لوگ گمراہ بھی ہوں، تب بھی تمہیں اپنے اعمال کا جواب دینا ہے، اس لیے اپنی فکر کرو اور دوسروں پر تنقید کی فکر میں نہ پڑو، اس کے علاوہ جب معاشرے میں بدعملی کا چلن عام ہو جائے تو اس وقت اصلاح کی طرف لوٹنے کا بھی بہترین نسخہ یہی ہے کہ ہر شخص دوسروں کی طرزِ عمل کو دیکھنے کے بجائے اپنی اصلاح کی فکر میں لگ جائے، جب افراد میں اپنی اصلاح کی فکر پیدا ہو گی تو چراغ سے چراغ جلے گا اور رفتہ رفتہ معاشرہ بھی اصلاح کی طرف لوٹے گا۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَھَادَۃُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّۃِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِکُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَۃُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَھُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوۃِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِہٖ ثَمَنًا وَّلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی وَلَا نَکْتُمُ شَھَادَۃَ اللّٰہِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ 106

ترجمہ: اے ایمان والو! جو تم میں سے کوئی مرنے کے قریب ہو تو وصیت کرتے وقت آپس کے معاملات طے کرنے کے لیے گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ تم میں سے دو دیانت دار ادمی ہوں، جو تمہاری وصیت کے گواہ بنے یا اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو اور وہیں تمہیں موت کی مصیبت پیش آ جائے تو غیروں یعنی غیر مسلموں سے وہ دو دو شخص ہو جائیں، پھر اگر تمہیں کوئی شک پڑ جائے تو ان دو گواہوں کو نماز کے بعد روک سکتے ہو اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اس گواہی کے بدلے کوئی مالی فائدہ لینا نہیں چاہتے، چاہے معاملہ ہمارے کسی رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو اور اللہ نے ہم پر جس گواہی کی ذمہ داری ڈالی ہے، اس کو ہم نہیں چھپائیں گے، ورنہ ہم گناہ گاروں میں شمار ہوں گے۔ 106

تشریح نمبر 3: یہ آیات ایک خاص واقعے کے پس منظر میں نازل ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان جس کا نام بُدیل تھا، تجارت کی غرض سے اپنے دو عیسائی ساتھیوں تمیم اور عدی کے ساتھ شام گیا، وہاں پہنچ کر وہ بیمار ہو گیا اور اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ بچ نہیں سکے گا، چناں چہ اس نے اپنے دو ساتھیوں کو وصیت کی کہ میرا سارا سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا، ساتھ ہی اس نے یہ ہوشیاری کی کہ سارے سامان کی ایک فہرست بنا کر خفیہ طور سے اسی سامان کے اندر چھپا دی، عیسائی ساتھیوں کو فہرست کا پتا نہ چل سکا، انھوں نے سامان وارثوں کو پہنچایا، مگر اس میں ایک چاندی کا پیالہ تھا، جس پر سونے کا ملمّع چڑھا ہوا تھا اور جس کی قیمت ایک ہزار درہم بتائی گئی ہے، وہ نکال کر اپنے پاس رکھ لیا، جب وارثوں کو بُدیل کی بنائی ہوئی فہرست سامان میں سے ہاتھ لگی تو ان کو اس پیالے کا پتا چلا اور انھوں نے تمیم اور عدی سے مطالبہ کیا، انھوں نے صاف قسم کھا لی کہ ہم نے سامان میں سے کوئی چیز نہ لی ہے نہ چھپائی ہے، لیکن کچھ عرصے کے بعد بُدیل کے وارثوں کو پتا چلا کہ وہ پیالہ انھوں نے مکہ مکرمہ میں ایک سنار کو فروخت کیا ہے، اس پر تمیم اور عادی نے اپنا موقف بدلا اور کہا کہ دراصل یہ پیالہ ہم نے بُدیل سے خرید لیا تھا اور چوں کہ خریداری کا کوئی گواہ ہمارے پاس نہیں تھا، اس لیے ہم نے پہلے اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا، اب چوں کہ وہ خریداری کے مدّعی تھے اور مدّعی پر لازم ہوتا ہے کہ وہ گواہ پیش کرے اور یہ پیش نہ کر سکے تو قاعدے کے مطابق وارثوں میں سے بُدیل کے قریب ترین دو عزیزوں نے قسم کھائی کہ پیالہ بُدیل کی ملکیت تھا اور یہ عیسائی جھوٹ بول رہے ہیں۔ اس پر آں حضرت ﷺ نے ان کے حق میں فیصلہ کر دیا اور عیسائیوں کو پیالے کی قیمت دینی پڑی، یہ فیصلہ اسی آیتِ کریمہ کی روشنی میں ہوا، جس میں اس قسم کی صورتِ حال کے لیے ایک عام حکم بھی بتا دیا گیا۔

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

فہم حدیث

حج و قربانی

ہر قوم کے کچھ خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں، جن میں اس قوم کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے اور عمدہ کھانا ہی پکاتے کھاتے ہیں اور دوسرے طریقوں سے بھی اپنی اندرونی مسرّت و خوشی کا اظہار کرتے ہیں، یہ گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے، اسی لیے انسانوں کا کوئی طبقہ اور فرقہ ایسا نہیں ہے، جس کے ہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن نہ ہوں۔

اسلام میں بھی ایسے دو دن رکھے گئے ہیں۔ ایک عیدالفطر اور دوسرے عیدالاضحیٰ، بس یہی مسلمانوں کے اصلی مذہبی و ملی تہوار ہیں۔ ان کے علاوہ مسلمان جو تہوار مناتے ہیں، ان کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے، بلکہ اسلامی نقطۂ نظر سے ان میں سے اکثر خرافات ہیں۔

ذی الحجہ وہ مبارک تاریخی دن ہے، جس میں امتِ مسلمہ کے مؤسس و مورثِ اعلیٰ سید نا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی دانست میں اللہ تعالیٰ کا حکم واشارہ پا کر اپنے لختِ جگر سے سید نا اسماعیل علیہ السلام کو اُن کی رضامندی سے قربانی کے لیے اللہ کے حضور میں پیش کر کے اور ان کے گلے پر چھری رکھ کر اپنی سچی وفاداری اور کامل تسلیم و رضا کا ثبوت دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے عشق و محبت اور قربانی کے اس امتحان میں ان کو کامیاب قرار دے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ و سلامت رکھ کر ان کی جگہ ایک جانور کی قربانی قبول فرمالی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر پر إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا کا تاج رکھ دیا تھا اور ان کی اس ادا کی نقل کو قیامت تک کے لیے "رسمِ عاشقی" قرار دے دیا تھا، پس اگر کوئی دن کسی عظیم تاریخی واقعہ کی یادگار کی حیثیت سے تہوار قرار دیا جاسکتا ہے تو اس امتِ مسلمہ کے لیے جو ملتِ ابراہیمی کی وارث اور اسوۂ خلیلی کی نمائندہ ہے، دس ذی الحجہ کے دن کے مقابلے میں کوئی دوسرا دن اس کا مستحق نہیں ہو سکتا، اس لیے دوسری عید دس ذی الحجہ کو قرار دیا گیا، جس وادی غیر ذی زرع میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا یہ واقعہ پیش آیا تھا، اُسی وادی میں پورے عالم اسلامی کا حج کا سالانہ اجتماع اور اس کے مناسکِ قربانی وغیرہ اس واقعہ کی گویا اصل اور اوّل درجے کی یادگار ہے اور ہر اسلامی شہر اور بستی میں عیدالاضحیٰ کی تقریبات، نماز اور قربانی وغیرہ بھی اسی کی گویا نقل اور دوم درجہ کی یادگار ہے۔

قربانی کا طریقہ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ مَوْجُوئَيْنِ فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلوٰتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ۔ (رواہ احمد و ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قربانی کے دن یعنی عیدِ قربان کے دن رسول اللہ ﷺ نے سیاہی و سفیدی مائل سینگوں والے دو خصّی مینڈھوں کی قربانی کی، جب آپ نے اُن کا رُخ صحیح قبلہ کی طرف کر لیا تو یہ دعا پڑھی: إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي۔۔۔ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ میں نے اپنا رُخ اُس اللہ کی طرف کر لیا، جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے، طریقے پر ابراہیم کے ہر طرف سے یکسو ہو کر اور میں شرک والوں میں سے نہیں ہوں، میری نماز و عبادت اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک، ساتھی نہیں اور مجھے اِسی کا حکم ہے اور میں حکم ماننے والوں میں ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی تیری ہی طرف سے اور تیری ہی توفیق سے ہے اور تیرے ہی واسطے ہے، تیرے بندے محمد (ﷺ) کی اس کی امت کی جانب سے۔ بسم اللہ واللہ اکبر) یہ دعا پڑھ کر آپ نے مینڈھے پر چھری چلائی اور اس کو ذبح کیا۔ (سنن احمد و سنن ابی داوٗد)

تلبیہ احرام

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يُهِلَّ مُلَبِّدًا يَقُولُ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ، لَا يُزِيدُ عَلَى هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا اس حال میں کہ آپ کے سر کے بال جمے ہوئے اور مرتب طور پر لگے ہوئے تھے (جیسا کہ غسل کے بعد سر کے بالوں کا حال ہوتا ہے۔) آپ اس طرح تلبیہ پڑھتے تھے۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكْ

"میں حاضر ہوں خداوندا! تیرے حضور حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک ساتھی نہیں، میں تیرے حضور حاضر ہوں، ساری حمد و ستائش کا تو ہی سزاوار ہے اور ساری نعمتیں تیری ہی ہیں اور ساری کائنات میں فرماں روائی بھی بس تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک و سہیم نہیں!"

یہی کلماتِ تلبیہ آپ پڑھتے تھے، ان پر کسی اور کلمہ کا اضافہ نہیں فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم (علیہ السلام) کے ذریعہ اپنے بندوں کو حج یعنی اپنے دربار کی حاضری کا بلاوا دلوایا تھا، جس کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی ہے) تو حج کو جانے والا بندہ جب احرام باندھ کے یہ تلبیہ پڑھتا ہے تو گویا وہ ابراہیم علیہ السلام کی اس پکار اور اللہ تعالیٰ کے اس بلاوے کے جواب میں عرض کرتا ہے کہ خداوندا! تُو نے اپنے دربار کی حاضری کے لیے بلوایا تھا اور اپنے خلیل علیہ السلام سے ندا لگوائی تھی۔ میں حاضر ہوں اور سر کے بل حاضر ہوں۔

Perfect
FRESHENER
ROOM FRESHENER
Max
LA PERFUME
DRY 300 ml℮
KEEP IT
SCENTED
TO THE
MAX!
ProudlyMadeInPakistan
Perfect
FRESHENER

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

مسلمان وہ ہے جو نہ نفس کا بندہ ہوتا ہے نہ کسی مخصوص مفاد یا اپنی خواہش کا بندہ ہوتا ہے اور نہ ہی اپنی عقل کا بندہ ہوتا ہے، مسلمان تو اللہ کے حکم کا بندہ ہوتا ہے۔ یہ نہ تو اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے نہ اپنی عقل کی پیروی کرتا ہے، نہ اس کو اپنا نفع اور مفادات پیشِ نظر ہوتے ہیں، اس کے پیشِ نظر تو اللہ کا حکم ہوتا ہے، مثلاً یہ دیکھیے کہ آپ ﷺ کی یہ سنت ہے کہ جس شخص نے قربانی کی نیت کر لی، بہتر یہ ہے کہ وہ ان دس دنوں سے پہلے ہی اپنے بال، اپنے ناخن صاف کر لے اور ان دس دنوں کے اندر بال اور ناخن صاف نہ کرے۔ صفائی نصف ایمان ہے، مزاج بنا ہوا ہے صفائی کرنے کا، صفائی طبیعت میں صفائی رچی بسی ہوئی ہے، لیکن یہاں حکم کیا آ رہا ہے، بال ناخن نہ کاٹے، حاجی سے کہا احرام باندھ لو اور احرام کے بعد نہ خوش بو لگانی ہے، نہ خوش بو دار صابن سے نہانا ہے، نہ اپنے بال کاٹنے ہیں اور نہ اپنے ناخن کاٹنے ہیں، اِس زمانے میں تو آدمی گھنٹوں میں پہنچتا ہے، اُس زمانے میں تو آدمی مہینوں میں پہنچتا تھا۔ اب عقل جو کہتی ہے، کہتی رہے! طبیعت جو چاہتی ہے، چاہتی رہے! مسلمان تو اللہ کا بندہ ہے، اس لیے اس نے تو اللہ کا حکم پورا کرنا ہے۔

یہ اللہ کے حکم کو عقل کے پیمانے پر نہیں تولتا کہ میری عقل میں آئے گا، میری عقل اپیل کرے گی، تب تو اطاعت کا ولولہ، جذبہ پیدا ہوگا، شوق پیدا ہوگا اور عقل میں یہ چیز نہ آئی تو میرے اندر وہ جذبہ نہیں اُٹھتا۔

ایک مسلمان کی مسلمانی کے لیے تو سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ حکم کس کا ہے؟ بس! یہ تو حکم کا بندہ ہے۔ ان دنوں کے اندر ساری عبادات میں یہ رنگ موجود ہے، آدمی زکوٰۃ دیتا ہے تو زکوۃ میں ایک واضح مفہوم ہے رحم دلی، انسانوں کی خیر خواہی، عقل بھی اس کو قبول کرتی ہے، رحم دلی ہے، نماز پڑھتا ہے، رکوع ہے، سجدہ ہے، عاجزی آتی ہے، عقل بھی قبول کرتی ہے، روزہ ہے، کھانے پینے سے قابو کرنا، اپنے نفس کو کنٹرول کرنا ہے، عقل بھی آتی ہے، لیکن یہاں ان دنوں کے اندر کہا جا رہا بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر لو، یہاں تو ایسا حکم ملا جہاں عقل کی رسائی ہی نہیں! اب بندہ اللہ کا یہ پیارا خلیل، خلیل الرحمٰن، رحمٰن کا یہ دوست خلیل خود نکلتا ہے، بیٹے کو اُٹھاتا ہے، دونوں چل نکلتے ہیں، کس کے لیے؟ ایک بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے، دوسرا بیٹا، لختِ جگر، محبوب بیٹا ذبح ہونے کے لیے! عقل حیران ہے، عقل سر گرداں ہے، یہ کیسا حکم ہے؟ لیکن اسلام ہے نا، اس سچے مسلمان نے پیچھے مڑ کے نہیں پوچھا کہ یا اللہ! حکمت کیا ہے؟ لاجک کیا ہے؟ فلسفہ کیا ہے؟ اس کا فائدہ کیا ہے؟ کوئی سوال نہیں کیا، بلکہ سرِ تسلیم خم ہے اور آج کے نادان مسلمان کو جانوروں کی قربانی بھی سمجھ میں نہیں آتی، بظاہر یہ بھی مسلمان ہے، اسے اس قربانی کے اندر بھی تباہی نظر آتی ہے، معاشی تباہی نظر آتی ہے، اسے یہ بھی سمجھ میں نہیں آتی اور وہاں اسلام ایسا ہے، اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے نکلے ہیں، کوئی سوال نہیں ہے، اس لیے کہ مسلمان تو ہوتا ہی وہ ہے جو نفع نہیں دیکھتا، خواہش کا بندہ نہیں، نفس کا بندہ نہیں، عقل کا بندہ نہیں، وہ تو اللہ کے حکم کا بندہ ہے۔ اللہ کی شان ابراہیم علیہ السلام نکلے، جب نکلے تو شیطان سامنے سے آیا اور بڑا خیر خواہ بن کے آیا، ہم درد بن کے آیا پوری خیر خواہی اور ہم دردی کے ساتھ اللہ کی نافرمانی پہ ڈالنا چاہتا تھا، شیطان ہمیشہ انسان کو سعادت کے راستوں سے محروم کرتا ہے، اس کی پوری کوشش ہے کہ انسان کو اللہ کے حکم کی تعمیل کی سعادت نصیب نہ ہو۔

زندگی کی ترغیب دی، زندگی کا شوق دلایا، ابراہیم علیہ السلام نے اسے کنکریاں ماریں، پھر آگے سے نمودار ہوا پھر کنکریاں ماریں، پھر کنکریاں ماریں، اب دیکھیے! ابراہیم علیہ السلام کے سامنے تو وہ شیطان آ گیا، کنکریاں ماریں اور آج جو لاکھوں انسان جا کر شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں، بھلا یہ بات عقل میں آتی ہے؟ لاکھوں انسان اس پتھر کو کنکریاں مار رہے ہیں، بہت سارے کم عقل تو یہ بات نہ سمجھ آنے کی وجہ سے اسلام کی روح سے ہی محروم ہو گئے۔ اب مسلمان کنکریاں مار رہا ہوتا ہے، اس کی عقل میں اگرچہ نہیں آ رہی ہوتی، لیکن حکم تو اللہ کا ہے نا اور میری سعادت اسی میں ہے کہ حکم کی تعمیل کس کی ہو رہی ہے اگر کوئی نادان یہ کہے کہ ٹھیک ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کنکریاں ماریں یہ تو

سمجھ میں آتا ہے کہ شیطان سامنے تھا، ہمارے سامنے تو کوئی نہیں! تو سچی بات ہے، یہ خیال بھی شیطان کی طرف سے ہے، وہ نہیں چاہتا کہ بندہ اللہ کی بڑائی، عظمت اور تعظیم میں اللہ کے حکم کی تعمیل کرے، اس طرح کوئی شخص شیطان کو کنکریاں مارتا ہے تو اس کے منہ پہ پڑتی ہیں، اس لیے کہ اس شیطان کی سب سے بڑی رسوائی اور ذلّت یہ ہے کہ انسان اللہ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔

بہ ظاہر کیسی عجیب عجیب عبادات ہیں، مکہ میں بیٹھا ہے، حکم ہوا چل دو! منیٰ پہنچا ہے، ابھی آرام ہی نہیں ہوا، پھر روانہ کر دیا، ابھی وہاں دعا، عبادت دن بھر رہی رات کو ٹھہرنے کی طبیعت چاہ رہی ہے، کہا گیا یہاں سے چل نکلو عرفات سے اور اللہ کی شان ساری زندگی عبادت کی پابندی، نماز کا اہتمام، لیکن آج کہا جا رہا آپ نے مغرب کی نماز نہیں پڑھنی، سمجھایا جا رہا مسلمان نہ عادت کا بندہ ہے، نہ نماز کا بندہ ہے، وہ تو اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کا حکم ہے کہ نماز نہیں پڑھنی تو نہیں پڑھنی! مزدلفہ میں جا کر مغرب کو عشاء کے ساتھ پڑھنی ہے، ساری زندگی کے اندر نماز کا اہتمام، نماز کی عبادت، لیکن آج حکم ملا ہے نماز نہیں پڑھنی! آج تمہاری عبادت تب کہلائے گی جب تم مغرب کو چھوڑ دو گے اور اسے عشاء کے ساتھ پڑھو گے اور کوئی نادان یہ کہہ دے کہ میں تو مغرب آج عرفات میں پڑھوں گا، اس عرفات کا مرتبہ بہت ہے، فضیلت بہت ہے، شان بہت ہے، اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اب مزدلفہ پہنچا ہے، صبح ہوتے ہی چل پڑا، نکلو یہاں سے، کہیں خیمے لگا رہا ہے، کہیں خیمے اُکھاڑ رہا ہے، کہیں سفر کر رہا ہے، کہیں ٹھہر رہا ہے، چل سو چل ہو رہا ہے، عبادت کے لیے سکون چاہیے، ٹھہراؤ چاہیے، اطمینان چاہیے، یک سوئی چاہیے، یہاں تو چلائے جا رہے! تھکائے جا رہے ہیں تو بھئی! عبادت نام ہی اللہ کے حکم کو پورا کرنے کا ہے، اسی کا نام تو عبادت ہے۔ صفا ہے، مروہ ہے، عبادت سکون سے ہوتی ہے، سکون نہیں، دوڑو اب ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی، دوسری پہاڑی سے پھر پہلی پہاڑی، پھر دوسری پہاڑی، یہ عبادت ہے، کچھ بھی نہیں پڑھیں کچھ بھی ذکر نہ کریں، صرف دوڑتا چلا جائے، بہت بڑی عبادت ہے کہ اللہ کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے تو اس عشرہ ذالحجہ میں ایسی عبادات ہیں، ایسے اعمال ہیں، ایسے افعال ہیں، جہاں یہ سبق سمجھایا جا رہا یہ تربیت کی جا رہی کہ مسلمان تو ہوتا ہی وہ ہے جو اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے، یہ تربیت ہے تاکہ مسلمان میں ملکہ پیدا ہو جائے، جذبہ پیدا ہو جائے کہ جہاں اللہ کا حکم آئے بے چوں وچرا اس کی اطاعت کرے، یہ نہ سوچے کہ اس کا نفع کیا ہے؟ یہ نہ سوچے کہ میری عقل میں آتا ہے یا نہیں، یہ نہ سوچے کہ مادّی منفعت اس میں کیا ہے؟ لوگ اللہ کا حکم دیکھتے ہیں، پھر اسے عقل کے پیمانے پہ تولتے ہیں تو یہ عقل کا بندہ ہے، مادّیت کا بندہ ہے، نفس کا بندہ ہے، اللہ کا تو بندہ نہیں!

مسلمان کیا ہے؟ اللہ کے حکم کا بندہ! اللہ کی اطاعت کرنی ہے، بیٹے کو قربان کر دو! قربانی جیسی عبادت، سبحان اللہ! وہاں یہ خیال ہی نہیں آیا، اشارہ ہی تو ملا ہے نیند میں، خواب ہی تو آیا ہے کہ بیٹے ذبح کر دو، لیکن جانتا ہے نبی کا خواب بھی وحی ہے، تیار ہو گئے اور سعادت مند بیٹے سے پوچھا: "اللہ کا یہ حکم آیا ہے کہ تجھے میں اپنے ہاتھوں سے ذبح کر دوں۔" سبحان اللہ! بیٹے بھی تو اسماعیل علیہ السلام ہیں، جو خود نبی ہیں، دادا بھی نبی، باپ بھی نبی، کل نبی کے دادا بھی بننے والے ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ اسی نسب سے ہیں۔ کہنے لگے: "اے ابا! جلدی کیجیے، اللہ کے حکم کی تعمیل میں جلدی کیجیے! میں تیار ہوں، میں اس کے لیے تیار ہوں۔" مسلمان اللہ کے حکم کا بندہ ہوتا ہے، وہ دنیاوی منفعت نہیں دیکھتا، اپنے نفس کی عادت، طبیعت نہیں دیکھتا، وہ اپنے اللہ کے حکموں کو عقل کے پیمانے پر نہیں تولتا، وہ تو یہ دیکھتا ہے کہ میرے اللہ کا حکم ہے میرے لیے اسی میں کامیابی ہے، اس حکم کی تعمیل ہی میں میرا نفع ہے، اسی میں میری کامیابی اور فلاح ہے۔ اللہ کا حکم ہے۔

یہی اسلام کی روح ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "تمہارا نام رکھا ہی مسلمان کہ تم اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہو۔" اب ان دس راتوں کی رسول اللہ ﷺ نے فضیلت بتائی کہ اس کی دس راتیں بھی فضیلت والی، دس دن بھی بڑے فضیلت والے، جتنی آسانی سے عبادت ہو سکے نوافل پڑھ لیے، تسبیحات کر لیں، تلاوت میں اضافہ ہو گیا، کچھ دعائیں کر لیں تو سب سے بڑھ کر اگر قربانی کرنی ہے تو اللہ کے دربار میں، اس شاہی دربار میں جو اطرافِ عالم کے مسلمان جوق در جوق ایک خاص وردی میں تشریف لا رہے۔ تم تھوڑی سی ان کی نقل بھی اتار لو، وہ بال نہیں کاٹ رہے، وہ ناخن نہیں کاٹ رہے، تم ان کی سی نقل اتار لو، جو رحمت کی بارش ان پہ ہو رہی ہے، تم بھی اس سے محروم نہیں ہو اور پھر عرفہ کا دن، نویں ذوالحجہ! مسلمان وہاں عرفات میں حاضر ہو رہے ہوتے ہیں۔ اطراف کے مسلمانوں سے کہا کہ تم بھی اللہ اکبر کی تکبیر بلند کرو، تم بھی کہو:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

ہر نماز کے بعد بآواز بلند، پوری مسجد گونج جائے، ایسی آواز بلند ہو، پورے اطرافِ عالم کے مسلمان اس نعرۂ تکبیر کو بلند کریں اور یہ سلسلہ نو ذی الحج کی فجر سے ۱۳ ذی الحج کی عصر تک جاری رہے گا کہ 13 ذی الحج کی عصر تک ایامِ حج ختم ہو جاتے ہیں۔

عشرہ ذی الحجہ کی راتوں کی بڑی فضیلت ہے اور عرفہ کے دن کے روزے کے بارے میں آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے "مجھے اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ کوئی اس دن کا روزہ رکھے گا تو اللہ اس کے ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔" صغائر اس کے سارے معاف ہو جائیں گے اور پھر ان تین دنوں کی خاص عبادت، آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے "جتنی بڑی قربانی ہوگی اور اس قربانی کے جتنے اجزا زیادہ ہوں گے، اسی قدر اللہ ربُّ العزّت اس کو فدیہ بنائیں گے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا، تمہیں اس کے ایک ایک بال کا انعام ملے گا اور اس کے ایک ایک حصے سے تمہیں حفاظت ہوگی جہنم کی آگ سے، تمہارے ابا ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے۔" لیکن ہماری شریعت میں جو صاحبِ حیثیت ہے، اس پر یہ قربانی واجب ہے۔ ہاں! یہ سعادت مندی کی بات ہے، یہ خوش نصیبی کی بات ہے، اللہ نے خوش حال بنایا ہے، اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہے، نفلی قربانی ہے۔ پیارے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہے، سعادت کی بات ہے۔ آپ ﷺ اپنی امت کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے۔ تو یہ عبادت کے ایام آ رہے ہیں، فضیلت کی راتیں آ رہی ہیں اور ایک خاص شان کے اعمال ہیں، ان ایام کے اندر، اللہ ربُّ العزّت ان دنوں کی اور ان راتوں کی برکتیں پوری امتِ مسلمہ کو عطا فرمائے۔ آمین!

وقتِ دعا ہے

سید رشید عطا

مسلمانوں نے ایک طویل عرصہ تقریباً 1000 سال کے لگ بھگ دنیا پہ حکم رانی کی اور اپنا سکہ منوایا۔ قیصر و کسریٰ کے تخت سے لے کر فارس کے ایوانوں تک مسلمانوں کا غلبہ تھا۔ اس طویل المیعاد اقتدار کی وجہ مسلمانوں کی ایمانی قوت، اعلیٰ اقدار، اخلاقِ حمیدہ، ایمان داری اور رحم دلی تھی، جو دنیا پہ راج کرنے کی وجہ بنی، مگر جوں جوں ان صفات میں کمی ہونے لگی، تغیّر اور تبدیلی آنے لگی، خلافت کی حدود گھٹنا شروع ہو گئیں اور بالآخر یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں پہ غلبہ حاصل کر لیا اور آج صرف 57 اسلامی ممالک ہیں، جن میں 49 ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، جبکہ 8 ممالک میں متفرّق مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ رہتے ہیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

آج مسلمانوں کے زیرِ اثر علاقوں میں یہودی اور صیہونی قوّتیں ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہی ہیں اور تمام اسلامی ممالک جن میں کچھ ایٹمی طاقت ہونے کے باوجود مٹھی بھر یہودیوں اور عیسائیوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں اور اس کی بنیادی وجہ اسلام کی اصل تعلیمات سے دوری ہے۔ آج سر زمین انبیا 'فلسطین' بچوں کے خون سے رنگ چکی ہے۔ کشمیری گذشتہ 76 سالوں سے ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ شام اور عراق میں کفّار نے ظلم و بربریت کی داستان رقم کی، مگر نام نہاد مسلم ممالک صرف مذمت سے آگے نہ بڑھ سکے، کیوں کہ جب ایمانی جذبہ ماند پڑ جائے اور مادّہ پرستی کے غلام بن جائیں تو ضمیر مر جاتے ہیں، پھر انسانوں سے زیادہ جانوروں کے حقوق یاد رہتے ہیں۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسل! وقتِ دعا ہے — امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا، وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

وائے ناکامیٔ قسمت! جوں جوں حضرت انسان جدّت پسند ہوتا گیا، وہ اپنا مقام و مرتبہ کھوتا چلا گیا اور پھر رفتہ رفتہ بے دین اور خدا بے زار گروہ نے لوگوں کے دلوں میں دنیا کی اہمیت کو اُجاگر کرنا شروع کیا اور لوگوں کو بتایا کہ دنیا بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، لہٰذا جس طرح چاہو بھرپور زندگی گزارو، اس میں خوب مزے کرو، زندگی کے تمام عیش و آرام پر تمہارا حق ہے، حلال و حرام کچھ نہیں ہوتا، اس دنیا میں موجود تمام وسائل سے جائز و ناجائز طریقے سے فائدہ اٹھاؤ، اللہ بہت غفور و رحیم ہے، وہ معاف کر دے گا۔ دراصل یہ وہ دھوکا ہے جو مسلمانوں کو دیا گیا، جبکہ کامل مومن و مسلمان کا ایمان ہے کہ یہ دنیا دارالعمل ہے اور اس میں رہنے کے رہنما اصول خالقِ کائنات نے اپنے رسول ﷺ اور قرآنِ کریم کے ذریعے تعلیم فرمائے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (العنکبوت: 2)

ترجمہ: کیا لوگ خیال کرتے ہیں یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں، چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى (القیامۃ: 36)

ترجمہ: کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔

اسی طرح سورۃ المؤمنون میں فرمایا:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (المؤمنون: 115)

ترجمہ: تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟

مندرجہ بالا تمام آیاتِ ربّانی سے پتا چلتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا کوئی تو مقصد ہے، ورنہ بے شمار مخلوقات تھیں، مگر انسان کو ہی اشرف المخلوقات بنایا اور اس کو شعور کی نعمت سے سرفراز فرمایا، تاکہ وہ اچھے اور بُرے میں تمیز کر سکے۔ سورۃ الانسان آیت نمبر 3 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے (انسان کو) راستہ دکھا دیا، یا تو وہ شکر گزار ہے اور یا ناشکرا۔

یقیناً جب اللہ تعالیٰ کسی کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرماتے ہیں تو چنیدہ بندوں کو آزماتے بھی ہیں، تاکہ کھرا اور کھوٹا الگ ہو جائے، کیوں کہ صرف زبان سے ایمان لانا کافی نہیں ہے، بلکہ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ کے ساتھ ساتھ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ بھی ضروری ہے۔ محدّثین کے نزدیک ایمان کے تین اجزا ہیں:

1. تصدیق بالقلب یعنی اللہ تعالیٰ کی واحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور دین کی حقّانیت پر دل سے یقین رکھنا اور اس یقین و اعتماد پر دل و دماغ کا مطمئن رہنا۔
2. اقرار باللسان یعنی اس دلی یقین و اعتقاد کا زبان سے اظہار، اعتراف اور اقرار کرنا۔
3. اعمال بالجوارح یعنی دین و شریعت کے احکام و ہدایات کی جسمانی بجا آوری کے ذریعے اس دلی یقین و اعتقاد کا عملی مظاہرہ کرنا۔ ان تینوں اجزا سے مل کر ایمان کی تکمیل ہوتی ہے اور جو آدمی اس ایمان کا حامل ہوتا ہے، اس کو مومن و مسلمان کہا جاتا ہے۔

آیئے! ہم سب مل کر اپنا اپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ کیا ہم اس معیار پر پورا اتر رہے ہیں، اگر خدانخواستہ جواب "نہیں" ہے تو ہمیں فوری رجوع الی اللہ کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان صاحب اپنے کالم میں مسلم اقوام کے عروج و زوال کے چند مندرجہ ذیل اسباب بیان کرتے ہیں:

1. قرآن و سنت کو پسِ پشت ڈالنا
2. اصلاحِ امت کی کوشش کا ناپید ہونا
3. رسول اللہ ﷺ کی سنت سے لاتعلّقی
4. اخلاقی جرائم کی بہتات
5. عدل و انصاف اور قانون کی بالادستی کا فقدان
6. عدمِ مساوات و برابری
7. بد عملی، بد خلقی و نافرمانی جزو مشترک: جب کسی قوم میں بد عملی، بد خلقی اور ناانصافی اجتماعی طور پر آ جائے تو تباہی و بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے، جب ہم حیاتِ انسانی کے ارتقا پر نظر ڈالیں تو ہمیں اس کا رُخ اجتماعیت کی طرف ہی نظر آتا ہے اور جب وہ فطرت کے خلاف چلیں، قانونِ قدرت کو بھلا دیں، نافرمانی و گستاخی کریں، خدا تعالیٰ کے متعین کردہ اصولوں سے رو گردانی اور انحراف کریں تو خدا تعالیٰ کی پکڑ میں آ جاتے ہیں۔ قومیں اجتماعی طور پر بد عمل ہو جائیں تو اس کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔ اس ضمن میں قرآنِ کریم میں مختلف قوموں کی تباہی کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں یہ برائیاں پائی جاتی تھیں۔ درج ذیل آیات میں اس کا ذکر آیا ہے۔

1. کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، مزید یہ کہ اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پروان چڑھایا (الانعام: 7)
2. اور یقیناً ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی زمانوں کے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا، جب انھوں نے ظلم

عید الاضحیٰ تاریخی پس منظر

ساجدہ حسین

عید الاضحیٰ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو عالمِ اسلام میں پورے جوش و خروش سے منائی جاتی ہے۔اس عید کا آغاز 624 عیسوی میں ہوا۔ عید الاضحیٰ 10 ذوالحجہ کو اس وقت منائی جاتی ہے، جب عازمینِ حج، حج کے واجبات ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ عید الاضحیٰ ایک انتہائی بامقصد اور یادگار دن ہے۔اس دن کی دعاؤں کا عندیہ حضورِ پاک ﷺ کی طرف سے دیا گیا ہے، لہٰذا اس دن اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کی دعائیں خوب گڑگڑا کر مانگنی چاہییں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ یہ عید ہمارے پیغمبر اور باپ ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کے نتیجے میں منائی جاتی ہے اور سنتِ ابراہیمی کو سرانجام دیا جاتا ہے۔ عید الاضحیٰ (قربانی کی عید) صرف جانوروں پر چھری پھیرنے کا نام نہیں، اس کے لیے تقویٰ اور خلوص کی ضرورت ہے، جیسے اللہ کا فرمان ہے کہ مجھے تمہارا خون اور گوشت نہیں چاہیے، صرف تمہارا تقویٰ اور پرہیزگاری چاہیے کہ کوئی کتنے خلوص اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں جانور قربان کرتا ہے۔

قربانی سنتِ ابراہیمی کو زندہ کرنے اور رب تعالیٰ کی محبت کا نام ہے اور اگر اس کے پیچھے اسوۂ ابراہیم علیہ السلام کو دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کتنی آزمائشیں جھیلیں اور کیا کچھ قربان کیا اپنے رب کی خاطر! جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے کہا: "اے ابراہیم! مطیع اور فرماں بردار ہو جا۔" تو آپ نے کہا: "میں نے سرِ تسلیم خم کر لیا ہے یا رب!"

ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار، برگزیدہ پیغمبر تھے، جو حنیف تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ارض و سماوات کی نشانیاں دیکھ کر اپنے رب کو پہچانا تھا اور ہر آزمائش پر اترنے کی بنا پر اب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے گہرے دوست یعنی خلیل اللہ کہلائے۔ ابراہیم علیہ السلام کو توحید کا پرچار کرنے اور بُت شکنی کی پاداش میں نمرود نے آگ میں ڈالا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ آگ گلزار بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے آگ! ٹھنڈی ہو جا ابراہیم پر"

اس کے بعد آپ کو اپنی جوان بیوی اور کمسِن بچوں کو بے آب وگیاہ وادی میں اللہ کی خاطر چھوڑنا پڑا اور ساتھ ہی دعا کی کہ "یا اللہ! اس وادی کی جانب لوگوں کو مائل کر دے۔" اس دعا کے نتیجے میں لوگ دور دراز حج کی غرض سے آتے ہیں، پھر ابراہیم علیہ السلام نے نیک اولاد کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحبِ اولاد کیا، جب وہ بچہ بلوغت کو پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو کہا: "میرے بچے! میں نے خواب میں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا ہے تو بتا تیری کیا رائے ہے؟" اسماعیل علیہ السلام نے کہا: "ابا جان! جو حکم ہوا ہے، اسے بجا لائیے، یقیناً آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔" یہ خواب ابراہیم علیہ السلام نے متواتر تین مرتبہ دیکھا، پھر یقین کر لیا کہ خواب اللہ کی طرف سے ہے، کیوں کہ انبیا علیہم السلام کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں۔جب دونوں مطیع ہو گئے تو ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور اُسے منہ کے بل لٹا دیا کہ بیٹے کا چہرہ دیکھ کر وہ ڈگمگا نہ جائیں، جب چھری گردن پر رکھی تو اچانک اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ایک مینڈھا بھیج دیا اور آواز آئی: "اے ابراہیم! یقیناً تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا یہ مینڈھے کو ذبح کر اور قربانی دے۔" ابراہیم علیہ السلام اپنی ہر قربانی پر پورے اترے اور خلیل اللہ بن گئے۔ اسی سنتِ ابراہیمی کی یاد میں ہم عید الاضحیٰ یعنی عیدِ قربان مناتے ہیں۔ اس قربانی میں اللہ تعالیٰ ہمارا اخلاص اور تقویٰ دیکھتے ہیں کہ ہم کتنے پرہیزگار ہیں، لہٰذا قربانی کے لیے خالصتاً نیت اللہ تعالیٰ کی خوش نودی اور رضا حاصل کرنے کی ہونی چاہیے نہ کہ ریاکاری کی۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اپنی توفیق سے رضا والی قربانی کرنا نصیب فرمائے، آمین!

کیے، حالاں کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلے کھلے نشانات لے کر آئے اور وہ ایسے تھے ہی نہیں کہ ایمان لے آتے۔اسی طرح ہم مجرم قوم کو جزا دیا کرتے ہیں۔(یونس: 14)

قرآنِ کریم کے مطالعے سے یہ بات ثابت ہے کہ قدرت قوموں کے عروج و زوال اور تباہی و بربادی کے اصولوں کے اطلاق میں قوموں کے درمیان فرق نہیں کرتی، جو قوانین اور اصول یہود و نصاریٰ کے لیے ہیں، وہی امتِ مسلمہ کے لیے ہیں، جو ضابطے اہلِ کفر کے لیے ہیں، وہی اہلِ ایمان کے لیے ہیں۔ قرآن کے اصول اٹل ہیں، ان میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں۔

یہ دنیا کی زندگی دار العمل ہے، یہاں رہ کر اللہ اور اس کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کر کے ہی اپنی کھوئی عظمت و رفعت واپس حاصل کر سکتے ہیں۔

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے — اس دین میں خود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے
جس دین نے غیروں کے تھے دل آ کے ملائے — اس دین میں اب بھائی خود بھائی سے جدا ہے
جو دین کہ ہم درد بنی نوعِ بشر تھا — اب جنگ وجَدل چار طرف اس میں بپا ہے
چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں — پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے
ہم نیک ہیں یا بد ہیں، پھر آخر ہیں تمہارے — نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں! — بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا
اے خاصّۂ خاصانِ رُسل! وقت دعا ہے — امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

آبِ زمزم کی فضیلت اور طبی فوائد

حصہ اول

حکیم شمیم احمد

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (البقرہ: 158)

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہیں، لہٰذا جو شخص بھی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس کے لیے اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان چکر لگائے اور جو شخص خوشی سے کوئی بھلائی کا کام کرے تو اللہ یقیناً قدردان جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی ہاجرہ علیہا السّلام کو ان کے نومولود بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے ہمراہ مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آئیں، جب یہ قافلہ منزلِ مقصود کو پہنچا تو اس صابر و شاکرہ خاتون نے اپنے میاں سے پوچھا: "کیا ہمارا یہاں آنا اور رہنا، اللہ کے حکم کی تعمیل میں ہے؟ سیدنا ابراہیم علیہ السّلام نے اثبات میں جواب دیا تو وہ مطمئن ہو گئیں کہ اب ان کے لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں، کیوں کہ جو اُن کو وہاں لایا ہے، وہی ان کی خبر گیری بھی کرے گا۔ خوراک اور پانی کا وہ ذخیرہ جو اُن کے ہمراہ تھا، چند دنوں میں ختم ہو گیا، بچہ بھوک سے بلکنے لگا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہی تفصیل قلم بند کی ہے، جس کے مطابق حضرت ہاجرہ علیہا السّلام پریشانی کے عالم میں کبھی صفا کی پہاڑی پر جا کر دیکھتیں اور کبھی مروہ پر کہ شاید کہیں پانی پلانے والا کوئی شخص نظر آ جائے، جس سے وہ مدد لے سکیں۔ گھبراہٹ کے اس عالم میں انھوں نے ایک آواز سنی، انھوں نے فوراً مخاطب کر کے مدد کی درخواست کی اور حضرت جبرائیل علیہ السّلام ظاہر ہوئے اور انھوں نے زمین پر اپنا پر مارا تو زمین سے پانی اُبلنے لگا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السّلام نے گھبراہٹ میں پتھر جمع کر کے اس کے گرد ایک ہالہ سا بنا لیا، تاکہ پانی ضائع نہ ہو اور کچھ دنوں کے لیے ذخیرہ ہو جائے۔ اضطراری کیفیت میں تحفظِ ذات کی کوشش کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر ہاجرہ علیہا السّلام اس کی حد و نہ کرتیں تو یہ چشمہ ایک دریا بن جاتا جو پورے عرب کو سیراب کرتا۔"

اللہ کی یہ سنت ہے کہ جب کوئی اس کا بندہ یا بندی اپنی ایمانی قوّت کا مخلصانہ مظاہرہ کرتا ہے تو اللہ ربُ العزّت اس پر رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں اور اس کے درجات بلند فرماتے ہیں، چناں چہ اللہ تعالیٰ کو اس بے آب و گیاہ صحرا میں محض حکمِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے ہاجرہ کا دکھ جھیلنا اور صفا مروہ کی پہاڑی پر دوڑنا پسند آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حج کے مناسک میں سے ایک اہم جز وقرار دیا۔ آج کا ہر مسلمان جو حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کرتا ہے، حضرت ہاجرہ علیہا السّلام کی تقلید کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ سعودی حکومت نے بھی نشانی کے لیے دوہرے رنگ کی لائٹس فاصلے سے نصب کر دی ہیں، جہاں ہاجرہ علیہا السّلام تیز تیز قدم سے دوڑی تھیں۔ حجاج کرام بھی یہاں سے تیز قدم کے ساتھ سعی کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ مَاءٍ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ (ابنِ حبان، طبرانی)

ترجمہ: اس کرّہ ارض پر سب سے بہترین مفید اور عمدہ پانی زمزم کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت ہے:

سَقَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ (صحیح بخاری ومسلم)

ترجمہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو زمزم کا پانی پلایا اور آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیا اور اس موقع پر آپ ﷺ نے خصوصی دعا فرمائی:

اللّٰهُمَّ أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا وَاسِعًا، وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، ایسے علم کا جو نفع دینے والا ہو اور ایسے رزق کا جو مجھے کشادگی سے عطا کیا جائے اور مجھے تمام بیماریوں سے شفا مرحمت فرما۔

آپ ﷺ سے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا ثابت ہے، اگر کوئی بیٹھ کر پینا چاہے تو اس کی بھی گنجائش ہے، اس پر کوئی نکیر یا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کا سب سے پسندیدہ مشروب ٹھنڈا اور میٹھا پانی تھا۔" آبِ زمزم میں یہ دونوں خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ آبِ زمزم نہایت شفاف، خوش ذائقہ اور مطہر ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی زمزم کے فوائد کا خلاصہ ان الفاظ سے مروی ہے

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ (ابنِ ماجه)

ترجمہ: "آبِ زمزم جس مقصد سے بھی پیا جائے، مفید ہے۔" نبی کریم ﷺ زمزم کے پانی کو برتنوں اور مشکیزوں میں بھر کے لے جاتے تھے اور بیماروں پر چھڑکتے اور ان کو پلاتے، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ پانی بخار کی حرارت کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ مریضوں پر چھڑکنا اور ان کو پلانا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ بخاری شریف میں موجود ہے کہ وہ چالیس دن کھائے پیے بغیر بیت اللہ شریف میں مقیم رہے اور صرف زمزم کے پانی پر گزارا کرتے رہے، جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "یہ کھانا بھی ہے اور پینا بھی۔" اور سب سے بڑھ کر یہ طبیعت کو بحال کرتا ہے۔ مشہور فقیہ علامہ ابو بکر بن منصور اصبحی نے استسقا کے مرض میں شفا کی غرض سے زمزم پیا تو وہ صحت یاب ہو گئے۔ مستدرکِ حاکم میں یہ روایت ملتی ہے: اگر تم اللہ سے کسی سلسلے میں پناہ لینے کے لیے پیو تو اللہ تمھیں پناہ دے گا۔ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ذاتی طور پر مشاہدہ کیا ہے کہ زمزم پینے سے پیٹ میں پانی کا مریض (استسقا) شفایاب ہوا۔ میرا چشم دید واقعہ ہے، اس کے علاوہ اذیت ناک بیماریوں کے مریض اللہ کے فضل سے شفایاب ہوئے۔ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے چودہ روز صرف آبِ زمزم پیا اور کھانا نہیں کھایا، پھر بھی اس کی قوّت میں ضعف قطعاً نہیں آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ آبِ زمزم اللہ کریم کا ایک زندہ جاوید معجزہ ہے اور اس پر جب بھی اور جتنی بھی تحقیق کی جائے کم ہے، کیوں کہ ہر دفعہ انسان پر نئے راز آشکارا ہوتے ہیں اور مزید روشن پہلو انسان کی عقل کو خیرہ کرتے ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

آبِ زمزم کا کنواں آج تک خشک نہیں ہوا اور اس نے ہمیشہ لاکھوں حجاج کرام اور زائرین کی پیاس بجھائی ہے۔ اس میں

حضرت امامة رضی اللہ عنہا

نداء اختر

حضرت امامہؓ ابوالعاص بن ربیعؓ کی صاحب زادی ہیں جو زینب بنتِ رسول اللہ ﷺ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آں حضرت ﷺ کو امامہؓ سے نہایت محبت تھی، آپ ﷺ ان کو اوقاتِ نماز میں بھی جدا نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ مسجد میں حضرت امامہؓ کو کندھے پہ چڑھائے ہوئے تشریف لائے اور اسی حالت میں نماز پڑھائی، جب رکوع میں جاتے تو ان کو اتار دیتے، پھر کھڑے ہوتے تو چڑھا دیتے، اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی اللہ اکبر! حضور ﷺ کی خدمت میں نجاشی بادشاہ نے کچھ چیزیں ہدیہ میں بھیجیں، جن میں ایک زریں ہار بھی تھا، حضرت امامہؓ ایک گوشے میں کھیل رہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا۔'' ازواج نے سمجھا کہ یہ شرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوگا، لیکن آپ ﷺ نے امامہؓ کو بلا کر وہ ہار خود ان کے گلے میں ڈال دیا۔ آں حضرت ﷺ کی وفات کے وقت سنِ شعور کو پہنچ چکی تھیں، اس لیے جب حضرت فاطمہؓ نے انتقال فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ ابوالعاص نے حضرت زبیر بن عوام کو جو عشرہ مبشرہ میں داخل اور آں حضرت ﷺ کے پھوپھی زاد تھے، حضرت امامہؓ کے نکاح کی وصیت کی تھی، چناں چہ یہ تقریب ان ہی کی مرضی سے انجام پائی اور نکاح بھی خود ان ہی نے پڑھایا۔ یہ 11 ہجری کا واقعہ ہے، 40 ہجری میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی تو مغیرہ بن نوفل، عبدالمطلب کے پڑپوتے کو وصیت کر گئے کہ امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیں، چناں چہ مغیرہ نے تعمیل کی۔ اس سے قبل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچا تھا اور انھوں نے مروان کو لکھا تھا، ایک ایک ہزار دینار (پانچ ہزار روپے) اس تقریب میں خرچ کیے جائیں، لیکن امامہ رضی اللہ عنہا نے مغیرہ کو اطلاع دی تو انھوں نے فوراً حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اجازت سے نکاح پڑھا لیا، حضرت امامہ رضی اللہ عنہا نے مغیرہ کے ہاں وفات پائی۔

موجود نمکیات کی مقدار ہمیشہ یکساں رہتی ہے۔ اس کے ذائقہ میں آج تک کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، روزِ اوّل سے آج تک اس کا ذائقہ وہی ہے۔ آبِ زم زم کی شفا بخشی کسی سے پوشیدہ نہیں، بلکہ روزِ اوّل سے اپنے اور غیر بھی اس کے معترف ہیں۔ آبِ زم زم اپنی اصل حالت میں فراہم کیا جاتا ہے، اس میں کسی بھی قسم کے جراثیم کش کیمیکل کی آمیزش نہیں کی جاتی، اس کے باوجود یہ پینے میں سب سے بہترین مشروب ہے۔ دوسرے کنوؤں میں کائی جم جاتی ہے یا دیگر نباتاتی اور حیاتیاتی افزائش ہوتی ہے، انواع واقسام کی جڑی بوٹیاں اور پودے اُگ آتے ہیں یا کئی قسم کے حشرات بستے ہیں، جس سے پانی کا رنگ اور ذائقہ متاثر ہوتا ہے، مگر آبِ زم زم دنیا کا واحد پانی ہے جو کہ کسی بھی قسم کی نباتاتی یا حیاتیاتی افزائش اور آلائش سے پاک صاف ہے۔ آبِ زم زم کی کیمیائی تحقیق سے اور طبّی مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں وہ اجزا شامل ہیں جو معدہ، جگر، آنتوں اور گردوں کے لیے بالخصوص مفید ہے۔ جاپان کے مایہ ناز سائنس دان مسارو ایموٹو نے انکشاف کیا ہے کہ آبِ زم زم میں ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں، جو اس کے سوا دنیا کے کسی پانی میں موجود نہیں۔ انھوں نے نینو نامی ٹیکنالوجی کی مدد سے متعدّد تحقیقات کی ہیں، جن کی مدد سے انھیں معلوم ہوا ہے کہ آبِ زم زم کا ایک قطرہ عام پانی کے ایک ہزار قطروں میں شامل کیا جائے تو عام پانی میں بھی وہی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں جو آبِ زم زم میں ہیں۔

ڈاکٹر ایموٹو جاپان میں قائم میڈ دانسٹی ٹیوٹ برائے تحقیق کے سربراہ ہیں، انھوں نے اپنے ایک لیکچر میں کہا کہ انھیں جاپان میں ایک عرب باشندے سے آبِ زم زم ملا، جس پر انھوں نے متعدّد تحقیقات کی ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ آبِ زم زم کے ایک قطرے کا بلور (ایک چمک دار معدنی جوہر) جو انفرادیت رکھتا ہے، دیگر کسی پانی کے قطرے سے مشابہت نہیں رکھتا۔ کرۂ ارض کے کسی خطے سے لیے گئے پانی کے خواص آبِ زم زم سے کسی طرح بھی مشابہت نہیں رکھتے۔ انھوں نے لیبارٹری ٹیسٹ کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ اس کے خواص کو کسی طرح بھی تبدیل کرنا ممکن نہیں ہے، اس کی اصل وجہ جاننے سے سائنس قاصر ہے۔ زم زم کی ری سائکلنگ کرنے کے بعد بھی اس کے بلور میں تبدیلی نہیں پائی گئی۔

آبِ زم زم کے طبی فوائد:

امام بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے آبِ زم زم کے کئی ناموں کا ذکر کیا ہے، جس میں سے ایک نام شفاءِ سقم (بیماری سے شفا) بھی شامل ہے۔ آبِ زمزم کا ایک نام ''ظبی'' ہے، جس کے معنی ہرنی کے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ''الظبی'' کا مطلب ہے ہرن، خواہ نر ہو یا مادہ، جسمانی صحت کے متعلّق عرب کا قول ہے: ''بردائ الظبی'' یعنی اسے کوئی مرض نہیں، اس لیے کہ ہرن کو مرض الموت کے علاوہ کوئی بیماری نہیں ہوتی، ایسے ہی زم زم پینے والے کو کوئی بیماری نہیں ہوتی۔

کینسر کے مریض کو آبِ زم زم سے شفا:

حرم شریف کے ایک خادم نے بتایا کہ اس نے کینسر کے ایک مریض کو دیکھا، جو جاں بلب تھا، اسے اُٹھا کر نماز کے وقت مسجد میں لاتے تھے۔ وہ روزانہ زم زم کا پانی پیتا اور اس پانی کو اپنی رسولیوں پر ڈال لیتا اور دن بھر کے لیے مزید پانی ہم راہ لے جاتا، چند دن بعد وہ شخص اپنے پیروں پر چل کر آنا شروع ہوا اور پھر بفضلہ تعالیٰ پوری طرح تن درست ہو گیا۔ شوگر کا جو مریض بھی حج کرنے گیا، اس نے باقاعدگی سے زم زم پیا، اس کے خون اور پیشاب میں سے شوگر ختم ہو گئی، جتنی مدّت وہ حجازِ مقدّس میں رہا، اسے انسولین لینے کی کبھی ضرورت نہیں پڑی۔

اسی طرح بلڈ پریشر، معدے کی تیزابیت اور پیٹ کے مرض میں مبتلا افراد کو صحت یابی نصیب ہوئی۔ زم زم کے فوائد اس قدر ہیں کہ تحریر میں نہیں لائے جاسکتے، وہی اس کے فوائد سے مستفید ہو سکتے ہیں جو قوّتِ ایمانی سے اس پانی کو استعمال کرتے ہیں۔ (جاری ہے)

SCAN NOW
TO VISIT US
NEW ZJ CLIFTON
Zaiby Jewellers
S-11, YOUSUF GRAND SQUARE,
BLOCK 8, CLIFTON, KARACHI
True Grandeur
UNVEIL THE ELEGANCE IN EVERY DETAIL
CONTACT US:
NEWZAIBYJEWELLERS
021 35835455 - 021 35835488

قربانی اور ہمارے رویے

ام ابراہیم

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسماعیلؑ

عیدالاضحیٰ ہمیں خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد دلاتی ہے۔ باپ اور بیٹے کی رب تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اطاعت و فرماں برداری اور عظیم قربانی بارگاہِ الٰہی میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطورِ یادگار ہمیشہ کے لیے ملتِ ابراہیمی کا شعار قرار پائی۔ آج بھی ذوالحجہ کی ۱۰ تاریخ کو عالمِ اسلام اس ذبحِ عظیم کی یاد تازہ کرتا ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ قربانی کی اصل روح تقویٰ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اللہ کو ان جانوروں کا گوشت اور خون ہر گز نہیں پہنچتا، بلکہ اس کو تمہاری جانب سے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔“ (الحج:37)

قربانی کا عمل در حقیقت اس بات کا اظہار ہے کہ اللہ کی راہ میں قربانی کرنے والا بندہ اپنی جان، مال، تمام پیاروں اور تمام خواہشاتِ نفسانی پر محبتِ حقیقی کو ترجیح دیتا ہے۔ گویا قربانی کا مقصد اپنے اندر تقویٰ کی صفت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے تمام اعمال میں خلوصِ نیت کو بنیاد بنانا ہے۔ یعنی نیک اعمال کو انجام دیتے وقت ہمارے دلوں میں کوئی ریاکاری کا جذبہ، بناوٹ یا دکھاوا نہ ہو اور دورِ حاضر کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم ”ریاکاری“ میں اتنی بری طرح جکڑے ہوئے ہیں کہ اس ”ریاکاری“ کے رویے کو دور کرنے کے روادار ہی نہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ”اے نبی (ﷺ)! کہہ دیجیے، بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے“ (الانعام:162)

اگر قصہ قربانی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ در حقیقت قربانی خواہشات کی قربانی ہے، چاہے وہ اپنی جان سے متعلّق ہو، عیال سے یا پھر مال سے۔ قربانی تو یوں ہو کہ جانور ہمارے اور ہمارے بچوں کے سامنے ذبح ہو رہا ہو، جبکہ ہمارا عزم یہ ہو کہ اگر اس بچے کو بھی قربان کرنا پڑا تو اس وقت بھی سر تسلیم خم کریں گے اور اگر خود کی بھی بازی لگانی پڑے تو پیچھے نہیں ہٹیں گے اور ذہن میں نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ فرمان ہو: ”میں تم پر سب سے زیادہ جس چیز سے ڈرتا ہوں، وہ ہے شرکِ اصغر!“ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ ”اے اللہ کے نبی (ﷺ)! یہ شرکِ اصغر کیا ہے؟“ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”شرکِ اصغر ریاکاری اور دکھاوا ہے۔“ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو!) بروزِ قیامت رب العالمین یہ ارشاد فرمائے گا کہ اے لوگو! دنیا کے اندر جن جن کو دکھانے کے لیے تم نیک اعمال انجام دیتے تھے، آج ان کے پاس جاؤ اور جا کر دیکھو کہ کیا ان کے پاس تمہارے لیے کوئی اجر و ثواب اور بدلہ ہے۔ (مسند احمد)

یہ بات تو واضح ہوئی کہ عیدالاضحیٰ کا بنیادی فلسفہ ہی قربانی، ایثار اور خلوص کے ساتھ راہِ خدا میں متاعِ عزیز کو نچھاور کرنا ہے اور اگر عیدالاضحیٰ سے قربانی کا تصوّر نکال دیا جائے تو عیدالاضحیٰ کا مفہوم ہی ختم ہو جاتا ہے۔ عیدِ قرباں ہم سنتِ ابراہیمی کی یاد میں مناتے ہیں۔ اس میں دکھاوے اور نمود و نمائش کی کوئی گنجائش نہیں۔ قربانی کریں، مگر سادگی سے! عید الاضحیٰ کے موقع پر دکھاوے، ریاکاری، انا، حرص اور لالچ کی بھی قربانی کریں۔ دلوں کی رنجشیں ختم کریں، ایک دوسرے کو معاف کر کے خوشیوں میں اضافہ کریں۔ اپنے گھروں کو سجائیں، اچھے کپڑے پہنیں اور جب قربانی ہو جائے تو اس کا کثیر حصہ غریبوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کریں، اس کے بعد ان رشتے داروں میں بھی جنھوں نے قربانی نہیں کی۔ عید کی خوشیوں میں ان گھرانوں کو ضرور یاد رکھیں جو سفید پوشی کی چادر اوڑھے صبر اور رضا کی منزل پر فائز ہیں، جو لوگ یتیم و مساکین سے ہمدردی ان کے سوال کیے بغیر ہی کرتے ہیں، وہ ربُّ العزّت کے ہاں محبوب ہیں۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر بطورِ مسلمان ہمارے ایک اور اہم اور اجتماعی رویے کا امتحان ہوتا ہے اور وہ ہے صفائی، جی ہاں! جانوروں کی گندگی اور آلائشوں سے تعفّن اُٹھنے کا سلسلہ کئی ہفتوں تک چلتا رہتا ہے۔ یہ ہمارا وہ بدترین اجتماعی رویہ ہے، جسے سدھارنے میں پیارے نبی ﷺ کا یہ فرمان بھی ہم پر اثر نہیں کرتا کہ ”صفائی نصف ایمان ہے۔“ کہ جس کا اطلاق انفرادی و اجتماعی صفائی کے ہر شعبے پر ہوتا ہے۔ اگرچہ بنیادی طور پر یہ سرکاری اداروں اور اہل کاروں کی ذمہ داری ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر صفائی کے انتظامات کو یقینی بنائیں، لیکن اس حوالے سے عوام النّاس بھی بری الذّمہ نہیں ہو سکتی۔ یہ ہمارا پیارا پاکستان ہے۔ عید کے موقع پر اسے بھی ایسے ہی صاف اور چمکتا دکھائی دینا چاہیے، جیسے ہمارے گھر! آج کل ویسے بھی برسات کا موسم ہے، اس لیے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر جانوروں کی باقیات کو کھلا پھینک دیا جائے تو یہ ماحول کے لیے بہت بڑا خطرہ بن جاتی ہیں۔ گندگی، آلودگی اور تعفّن کے ساتھ ساتھ یہ بیماریوں کا گڑھ بھی بن جاتی ہیں۔ آلائشوں اور خون کو مناسب طریقے سے تلف کریں۔ اگر کچرا اُٹھانے کا انتظام نہ کیا گیا ہو تو آلائشوں اور باقیات کو زمین میں دبا دیں۔ عیدالاضحیٰ کا مقصد، قربانی کی روح اور اس کی اہمیت ہم پر واضح ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کے اندر وہی روح، اسلام اور ایمان کی وہی کیفیت اور خدا کے ساتھ محبت و وفاداری کی وہی شان پیدا ہو، جس کا مظاہرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کیا۔ اب ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم اپنی انا، خود غرضی، ریاکاری اور برے رویّوں کی بھی قربانی دیں۔ ان شاء اللہ!

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

قربانی کس پر واجب ہے؟

سوال: قربانی کے سلسلے میں چند سوالات ہیں:

1 قربانی کس پر قربانی واجب ہے؟

2 کیا ایسا شخص جس کے پاس کوئی بچت نہ ہو اور وہ صرف اپنی اور اپنی فیملی کے ضروری اخراجات پورے کرتا ہو تو کیا اس پر قربانی واجب ہو گی؟

3 میری بیوی کی ملکیت میں سونا اور کچھ زیورات ہیں، جس کی میں زکوۃ دیتا ہوں، کیا ان زیورات کی مالیت پر قربانی واجب ہو گی؟

4 کیا زندوں کے مقابلہ میں مرحومین (والدین، رشتہ دار) کے نام قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے؟

5 کیا جن کے نام سے قربانی کی جائے، اس وقت اس کا موجود رہنا ضروری ہے؟ میں خاص کر عورتوں کی موجودگی کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔

6 قربانی کے لیے کس قسم کا جانور ہونا زیادہ افضل ہے؟

7 اگر جانور قربانی کے لیے لایا جائے، مگر وہ مر جائے یا چوری ہو جائے تو حصّہ داروں کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا انھیں دوسرا جانور خریدنا چاہیے؟ چاہے وہ صاحبِ نصاب ہو یا عام آدمی ہو، دونوں کے بارے میں بتائیں۔ براہِ کرم! ان تمام سوالات پر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

جواب: واضح رہے کہ جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے بقدر روپے یا اتنی قیمت کی کوئی اور چیز حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو، اس پر قربانی واجب ہے۔

1 یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب کہ کچھ سونا، کچھ چاندی، کچھ نقدی اور کچھ سامان حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو اور ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک چیز سے نصاب پورا نہ ہوتا ہو اور دوسرے کے ملا دینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تو دونوں کو ملا کر نصاب پورا کر لیں گے اور ایسی صورت میں اس پر قربانی واجب ہو گی۔

2 ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں ہے، بشر طیکہ اس کے پاس حاجتِ اصلیہ سے زائد سامان اتنی مقدار میں نہ ہو، جس سے نصاب پورا ہو جاتا ہے۔

3 جی ہاں! ان زیورات کی مالیت پر قربانی واجب ہو گی۔

4 اگر قربانی کرنے والا خود صاحبِ نصاب ہے تو اس کو پہلے اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے، اس کے ترک کی گنجائش نہیں، اس کے بعد اگر گنجائش ہے تو اپنے میّت رشتہ داروں بالخصوص آں حضرت ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کر دینی چاہیے۔ اس میں افضلیت کے متعلق کوئی صریح دلیل نہیں ہے، زندہ کی طرف سے کرے یا میّت کی طرف سے کرے۔

5 جن کے نام سے قربانی کی جا رہی ہے، ان سب کا قربانی کے وقت موجود ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اجازت کافی ہے، البتہ موجود ہونا مستحب (افضل) ہے اور عورتوں کے لیے یہ ہے کہ اگر شر کا محرم ہوں اور بے پردگی کا خطرہ نہ ہو تو اس کا بھی موجود ہونا مستحب ہے، ورنہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی قربانی کے وقت موجود رہنے کا حکم دیا تھا۔

6 ایسے جانور کی قربانی بہتر ہے جو فربہ ہو، موٹا تازہ ہو، جس کا گوشت لذیذ ہو، زیادہ قیمت والا ہو، باقی جس کی جیسی حیثیت ہو وہ اپنی حیثیت کے مطابق جانور خریدے۔ نیز قربانی سے پہلے جانور کا گابھن ہونا ظاہر ہوا تو بھی اس کی قربانی جائز ہے، لیکن اگر ولادت کا زمانہ بالکل قریب ہے تو پھر مکروہ ہے یا قربانی سے پہلے جانور بیمار ہو گیا تو اگر ایسی بیماری ہے یا ایسا زخم ہے، جس کی وجہ سے قربانی درست نہ رہی تو اس کے لیے دوسرا جانور خریدنا ضروری ہے، بشر طیکہ وہ غنی ہو اور اگر فقیر ہے تو وہی جانور کافی ہے اور اگر معمولی بیماری ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی قربانی ممنوع نہیں تو اس کے ذمے دوسرا جانور خریدنا واجب نہیں۔

7 اگر جانور قربانی سے پہلے مر گیا یا چوری ہو گیا تو اگر شر کا مال دار ہیں تو ان کو دوسرا جانور خریدنا ہو گا اور اگر عام آدمی ہیں (غریب ہیں) تو ان کے ذمے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا لازم نہیں ہے۔

قربانی سے متعلق متفرق سوالات

سوال: 1 میں بکری/بکرا کی قربانی کرنے کی استطاعت رکھتا ہوں، لیکن پیسا بچانے کے لیے کیا میں گائے میں ایک حصہ لے سکتا ہوں؟ کیا اللہ تعالیٰ میری قربانی قبول کریں گے؟

2 اگر گھر پر قربانی کرنے کے لیے زیادہ جگہ نہیں ہے تو کیا میں مدرسہ میں کسی گائے میں قربانی کا ایک حصہ لے سکتا ہوں؟

3 کس عمر سے قربانی ضروری ہے؟ میرے بچے ہیں، جن کی عمر بارہ، گیارہ اور چھ سال ہے، علی الترتیب ہر ایک بچے کے پاس اچھا بینک بیلنس ہے، کیا ان کے اوپر بھی قربانی واجب ہے؟

4 چوں کہ پانچ لوگوں کی طرف سے بکرے کی قربانی کرنا بہت مہنگا ہو گا، کیا ہم گائے میں پانچ حصے لے سکتے ہیں؟

5 اگر میں اپنے بچوں کی قربانی نہیں کرتا ہوں تو کیا اس پر مجھے گناہ ہو گا؟

جواب: 1 جی ہاں! بکرے کی استطاعت کے ہوتے ہوئے بھی آپ بڑے جانور میں

حصہ لے سکتے ہیں، مگر یہ یاد رہے کہ جس قدر پیسا قربانی میں زیادہ لگائیں گے، اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔

2 جی ہاں! مدرسہ میں حصہ لے سکتے ہیں۔

3 قربانی ہر عاقل و بالغ پر واجب ہے جو صاحبِ نصاب ہو۔ نابالغ بچوں پر یا ان کی طرف سے قربانی واجب نہیں۔

4 جی! لے سکتے ہیں۔

5 نہیں، آپ پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

کیا حج میں کی جانے والی قربانی کافی ہے؟

سوال: جو قربانی حاجی لوگ حج کے دوران کرتے ہیں اور جو قربانی ہم لوگ گھر میں کرتے ہیں، اس میں کیا فرق ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ جو لوگ حج میں قربانی کرتے ہیں، کیا ان کو اپنے گھر میں بھی قربانی کرنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ حاجی لوگ جو قربانی کرتے ہیں وہ دمِ شکر ہوتا ہے اور عید کی قربانی صاحبِ نصاب پر واجب ہوتی ہے، اگر کوئی حاجی مکہ میں مقیم ہو جائے اور وہ تمتّع یا قران کر رہا ہے تو اس پر دمِ تمتّع اور قران کے علاوہ عید کی قربانی بھی واجب ہوگی، بشر طیکہ وہ صاحبِ نصاب ہو، پھر عید کی قربانی میں اس کو اختیار ہے کہ وہ عید کی قربانی گھر پر بھی کرا سکتا ہے اور اگر مکہ میں کرانا چاہے تو وہاں بھی کرا سکتا ہے۔

دوسرے ملک کے باشندوں کی طرف سے قربانی کرنا

سوال: میرے ایک عزیز بیرونِ ملک مقیم ہیں، ایّامِ عید الاضحیٰ میں انھوں نے مجھے برما (میانمار) میں ان کی طرف سے قربانی کرنے کا وکیل بنایا، میں نے برما میں بارہ (12) ذوالحجہ کے دن قربانی کی، جب کہ بیرونِ ملک میں مقیم عزیز کے ہاں اس دن تیرہ (13) ذوالحجہ تھی۔

میرا سوال یہ ہے کہ کیا میرے عزیز کی طرف سے کی جانے والی قربانی اس کی طرف سے ادا ہو گئی، اگر نہیں تو اب ان کے لیے کیا حکم ہے؟

اسی طرح میں نے ان کے لیے اجتماعی قربانی میں حصہ ڈالا تھا، اب اگر ان کی طرف سے قربانی ادا نہیں ہوتی تو دیگر شرکا کی قربانی کا کیا حکم ہے؟ میں نے سنا ہے کہ ان امور میں تجزّی نہیں ہوتی تو کیا اگر میرے عزیز کی طرف سے قربانی ادا نہیں ہوئی تو دیگر شرکا کی طرف سے قربانی ادا ہو جائے گی؟

جواب: واضح رہے کہ اگر آدمی خود کسی اور ملک میں ہو اور قربانی کے لیے کسی کو دوسرے ملک میں وکیل بنائے تو اس صورت میں قربانی کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ قربانی دونوں ممالک کے مشترکہ ایّام میں ہو، یعنی جس دن قربانی کی جائے وہ دن دونوں ممالک میں قربانی کا مشترکہ دن ہو، ورنہ قربانی درست نہیں ہوگی، لہٰذا جب بیرونِ ملک جہاں آپ کے عزیز جن کی طرف سے قربانی کی جا رہی تھی، چوں کہ ان کے ہاں ۱۳ ذی الحجہ تھی، یعنی ایّامِ نحر (قربانی کے دن) ختم ہو چکے تھے، لہٰذا ان کی قربانی نہ ہوئی، جب قربانی نہیں ہوئی تو اب آپ کے عزیز کے ذمہ ہے کہ ایک متوسط بکرا یا بکری یا اس کی قیمت صدقہ کر دے۔

باقی شرکا کی قربانی ہو گئی۔ ان کی قربانی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس لیے کہ سب شرکا کی نیت قربت (ثواب) کی ہی تھی۔ اگر کسی کی نیت قربانی کے بجائے گوشت کی ہو یا کسی ایک کا مال حرام ہو، تب دیگر شرکا کی قربانی متاثر ہوتی ہے۔

قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دینے کا حکم

سوال: قربانی کا گوشت کسی غیر مسلم کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور قربانی کے گوشت سے اس کی دعوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نفل قربانی میں ایک بکرے میں کئی آدمی حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں، جب کہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے پوری امت کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کی، ظاہر ہے کہ یہ قربانی نفل رہی ہوگی؟

جواب: صورتِ مسؤلہ میں قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دے سکتے ہیں اور قربانی کے گوشت سے اس کی دعوت بھی کر سکتے ہیں۔ ایک بکرے میں ایک ہی حصہ ہو سکتا ہے، چاہے قربانی نفل ہو، ہاں! البتہ ایک ہی بکرے میں متعدّد اموات کو ثواب پہنچانے کی نیت کر سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے بھی تنہا ایک بکرے کی پوری امت کی طرف سے قربانی کی۔

گزشتہ سالوں کی واجب قربانی کی قضا کا طریقہ

سوال: میرے والد صاحب نے گزشتہ برسوں میں قربانی واجب ہونے کے باوجود کچھ سال کی قربانی نہیں کی ہے تو اب واجب قربانی کی قضا کس طریقہ سے کی جائے، کیا میں ہر سال ان کی طرف سے ایک قربانی کرتا ہوں یا پھر اور کیا شکل ہے؟

جواب: واضح رہے کہ قربانی کی قضا قربانی کی شکل میں نہیں ہوتی، بلکہ ہر سال کی قربانی کے بدلہ میں ایک اوسط درجہ کے بکرے کی قیمت غریبوں پر صدقہ کرنا ہوگا۔

یہ صرف ایک سال کی قربانی کی قضا ہے، اسی طرح جتنے سالوں کی قربانی نہیں کی، مذکورہ طریقے کے مطابق عمل کر کے اس ذمہ داری سے سبک دوش ہوا جا سکتا ہے۔

کسی اور کی طرف سے واجب قربانی کا حکم

سوال: والد صاحب صاحبِ نصاب ہیں، ان کے پاس کافی آمدنی ہے، لیکن وہ قربانی نہیں کرتے ہیں۔ میں نے قربانی کے لیے ایک اونٹ خریدا ہے، اگر میں اس کی قربانی اپنے والد کے نام سے کرتا ہوں تو میرے پاس اپنی قربانی کے لیے زیادہ پیسے نہیں ہیں۔ برائے کرم مجھ کو بتائیں کہ میں یہ قربانی اپنے نام سے کروں یا اپنے والد صاحب کے نام سے؟

جواب: واضح رہے کہ اونٹ میں سات آدمیوں کی طرف سے قربانی ہو سکتی ہے، اس لیے آپ ایک حصّے کی قربانی اپنے والد کے نام سے ان سے اجازت لینے کے بعد کر دیں۔

موبائل فون پر ہیلو سے گفتگو کا آغاز

سوال: (Hello) سے گفتگو کا آغاز کرنا (خاص طور پر موبائل فون پر) کیسا ہے؟

جواب: واضح ہے کہ لفظ "ہیلو" (hello) کے معنی کسی کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا ہے۔ اس کے عام فہم معنی "سنو" ہوتے ہیں اور یہ کلام میں داخل ہے، اس لیے ٹیلیفون پر "السلام علیکم" کے بجائے "ہیلو" سے گفتگو کا آغاز کرنا خلافِ سنت ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں کلام سے پہلے سلام کی تعلیم فرمائی ہے، لہٰذا ہمیں اسی کا اہتمام کرنا چاہیے۔

قربانی

عیناشیخ

ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کی دیر تھی کہ ہر طرف رونقیں بڑھنے لگیں، جگہ جگہ بازار اور منڈیاں سجنے لگیں۔ ہر جا یہی ذکر زبان زدِ عام تھا، یہاں تک کہ وعظ وخطاب میں بھی یہی رنگ جھلکنے لگا تھا۔

آج مسجد میں مولانا صاحب نے قربانی کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے حدیث شریف بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص صاحبِ حیثیت ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔“

دوسری حدیث یہ بیان کی ”قربانی کرنے والے کو قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے۔“ (سنن ترمذی)

ہر صاحبِ نصاب مرد و عورت پر قربانی کرنا واجب ہے، جو لوگ قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود اپنی قربانی نہیں کرتے، ان کے لیے لمحۂ فکریہ ہے، اوّل یہی نقصان کیا کم تھا کہ قربانی نہ کرنے سے اتنے بڑے ثواب سے محروم ہوگئے، مزید یہ کہ وہ گناہ گار اور جہنم کے حق دار بھی ہیں۔

حامد صاحب بغور خطبہ و بیان سُن کر مسجد سے گھر کی طرف روانہ ہوئے کہ راستے میں جاوید میاں کو گھر کا سودا سلف لے جاتے دیکھا تو دور سے ہی سلام کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: ”جاوید میاں! اس سال قربانی کا کیا ارادہ ہے؟“

”حامد صاحب! میں شاید قربانی نہ کر سکوں۔“

”جاوید میاں! اب تو بیٹا بھی باہر چلا گیا ہے، اچھی خاصی آمدن آنے لگی ہے اور گھر کے حالات بھی درست ہوگئے ہیں، آپ اس سال قربانی کیوں نہیں کر لیتے؟“ حامد صاحب نے ترغیب دیتے ہوئے کہا۔

جاوید میاں نے بات پر زیادہ توجہ نہ دی، لیکن حامد صاحب پر مولانا کی باتوں کا کافی اثر تھا، یہ سچ تھا کہ حامد صاحب مالی لحاظ سے کمزور تھے، لیکن قربانی کرنے کا ان کے اندر جذبہ تھا، آخر جاوید میاں کو بڑے جانور میں ساجھے داری پر راضی کر لیا۔

اگلے ہی روز جاوید میاں ڈھائی لاکھ کا بڑا جانور خرید لائے، حامد صاحب خوشی خوشی مبارک باد دینے کے لیے جاوید میاں کے گھر گئے تو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ جانور قربانی کے لیے نہیں، دودھ کے لیے لیا ہے اور قربانی کے لیے عذر یہ پیش کیا کہ ان دنوں ہاتھ تنگ ہے، اگلے سال ان شاء اللہ قربانی کریں گے۔

اب حامد صاحب نے مجبوراً کسی اور قریبی کے ساتھ قربانی میں شراکت کر لی۔

عید کا دن تمام مسلمانوں کے لیے خوشی و مسرّت، میل ملاپ اور محبتیں بانٹنے کا دن ہوتا ہے۔ مگر جاوید میاں پر تو شاید قیامت ہی ٹوٹ پڑی، خوشی و مسرّت کے اس دن ان کا جانور وقتِ سحر دم توڑ گیا۔

حامد صاحب کو جب واقعے کی اطلاع ہوئی تو انھیں دِلی رنج ہوا، فوراً ذہن میں قرآن کی آیت گھومنے لگی: وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (البقرۃ:195)

”اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں مت ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔“

جاوید میاں نے چوں کہ صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود اللہ کی راہ میں قربانی نہیں کی تو اللہ نے اسے ضایع کر دیا، اللہ کے حکموں کی نافرمانی یوں ہی ذلّت و نقصان کا باعث بنتی ہے، واجب حکم ادا نہیں کیا تو اللہ نے دی ہوئی نعمت کو بھی چھین لیا، آج ہمارے معاشرے میں کتنے ہی صاحبِ نصاب ایسے ہیں، جو قربانی واجب ہونے کے باوجود قربانی نہیں کرتے اور کتنے ہی ایسے ہیں جو محض نمود و نمائش کے لیے قربانی بھاری قیمت پر جانور خریدتے ہیں، دِکھاوا اور نمائش ہر عملِ خیر میں خرابی پیدا کر دیتے ہیں، قربانی کا مقصد اللہ ربُّ العزّت کا قرب حاصل کرنا ہے اور قرب اخلاص کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

ایفائے عہد

دانیال حسن چغتائی

امرؤالقیس قیصرِ روم سے ملاقات کے لیے گیا تو اس نے اپنی زرہیں امانت کے طور پر سموال (جو اس زمانے کا معروف شاعر اور دانشور تھا) کے پاس رکھیں۔ امرؤالقیس مر گیا تو شام کے بادشاہ حارث بن جبلہ غسّانی نے امرؤالقیس کی زرہیں لینے کے لیے سموال کے علاقے پر چڑھائی کر دی۔ سموال قلعہ نشین ہوگیا اور قلعے کے دروازے مضبوطی سے بند کر لیے۔ بد قسمتی سے سموال کا ایک بیٹا قلعہ سے باہر رہ گیا، اُسے بادشاہ نے گرفتار کر لیا۔

بادشاہ نے سموال کو آواز دی اور کہا: اگرچہ تم قلعہ نشین ہوگئے ہو، لیکن دیکھو! تمہارا یہ بیٹا میرے قبضے میں ہے، تمہیں علم ہے کہ امرؤالقیس میرا چچازاد تھا اور میں اس کی میراث کا دوسروں سے زیادہ حق دار ہوں، لہٰذا اگر تم نے اس کی زرہیں میرے حوالے نہ کیں تو میں تمہارے بیٹے کو قتل کر دوں گا۔

سموال اپنے بیٹے کو اس ظالم کے قبضے میں دیکھ کر سخت پریشان ہوا اور اس سے غور و فکر کے لیے کچھ مہلت مانگی۔ بعد میں اس نے قلعے میں اپنے عزیز و اقارب اور خواتینِ خانہ سے صلاح مشورہ کیا۔ سب نے یہی مشورہ دیا کہ زرہیں اس کے حوالے کر کے اپنے بیٹے کی جان بچاؤ۔ جب صبح ہوئی تو سموال نے قلعہ کی فصیل سے جھانک کر بادشاہ کو آواز دی اور کہا: ”اے بادشاہ! میں تجھے وہ زرہیں کسی قیمت پر نہیں لوٹاؤں گا، تیرا جو جی چاہے کر لے۔“

بادشاہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا، لیکن سموال نے اسے زرہیں نہ دیں۔ بادشاہ بے نیل و مرام واپس چلا گیا۔ بادشاہ کے واپس جانے کے بعد سموال زرہیں لے کر امرؤالقیس کے اہلِ خانہ کے پاس گیا اور زرہیں اس کے ورثا کے سپرد کر دیں۔

سموال کے چند شعر ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے: میں نے امرؤالقیس کندی کی زرہیں اس کے وارثوں کو پہنچا دیں، جن حالات میں دوسری قومیں خیانت کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں، میں ان دگرگوں حالات میں بھی اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں۔

بیت السلام لیبارٹری اینڈ ڈائیگناسٹک سینٹر

BAITUSSALAM

اپنی نوعیت کی منفرد اور معیاری لیبارٹری

- او پی ڈی
- ایکسرے
- الٹرا ساؤنڈ

اور تمام اقسام کے تشخیصی ٹیسٹ دستیاب ہیں

- ہیماٹولوجی
- کیمیکل پیتھالوجی
- مائکروبایولوجی
- مالیکیولر پیتھالوجی / پی سی آر
- امیونولوجی اور سیرولوجی

مناسب قیمتوں میں

مستحقین زکوۃ کیلئے مفت ٹیسٹ کی سہولت

خدمت، عزت اور احترام کے ساتھ

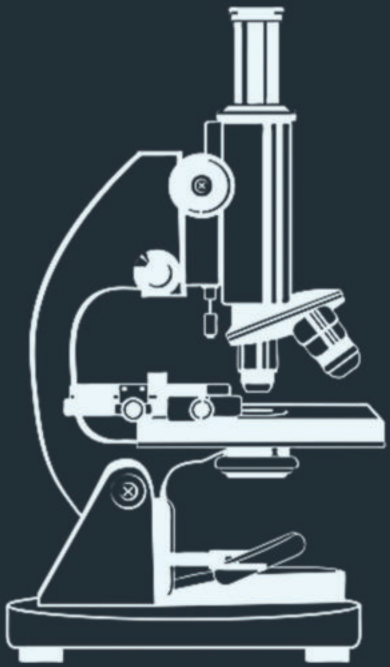

برائے رابطہ

+92 21 35392634

+92 334 2982988

lab@baitussalam.org

شوروم نمبر 01، گراؤنڈ فلور، رائل ٹاورز
مین کورنگی روڈ، نزد قیوم آباد چورنگی
PSO پمپ سے متصل کراچی۔

فیصلے کی گھڑی

اُمِّ محمد عبداللہ

"ان سب کو سمیٹ کر ایک کونے میں اکٹھا کر کے آگ لگا دو۔" سلمان صاحب نے لان میں جا بجا جھاڑ جھنکار، سوکھے اور خودرو پودوں کی جانب اشارہ کیا۔

"اُدھر پھولوں کی نئی پنیری اور بیج رکھے ہیں، انھیں لگا دو۔" انھوں نے مالی کو مزید ہدایات دیں۔

"جی صاحب جی! ان بے کار پودوں کا کیا کرنا، لان کی ساری خوب صورتی ان کی وجہ سے ماند پڑی ہے۔ میں ابھی ان کو تلف کر کے ان کی جگہ نئے پودے لگاتا ہوں، کچھ ہی دنوں میں یہ اپنی بہار دِکھا رہے ہوں گے، ان شاء اللہ!" مالی کی بات سُن کر سلمان صاحب مسکراتے ہوئے اپنی گاڑی کی جانب بڑھے۔ دفتر پہنچنے سے پہلے انھیں بچوں کو اسکول بھی پہنچانا تھا۔

گاڑی ٹریفک رَش کے باعث سڑک پر سست روی سے چل رہی تھی۔

"آئی آئی 15 cokeStudio"، سلمان صاحب کا بیٹا عمار سڑک پر لگے بڑے سائز کے بل بورڈ پر کوک سٹوڈیو سے متعلّق اشتہار دیکھ کر خوشی سے بتانے لگا: "کوک سٹوڈیو ہم سب دوستوں کا پسندیدہ پروگرام ہے۔"

"میں بھی اسکول کے ایک پروگرام میں آئی آئی پر، پرفارم کر رہی ہوں۔" ان کی چھوٹی بیٹی ہالہ بھی پُرجوش ہوئی۔

"ہاں! اب تو مالی بابا اور ڈرائیور انکل کے بچے جس اسکول میں جاتے ہیں، وہاں ان کے لیے میوزک اینڈ ڈانس کلاسز ارینج ہو رہی ہیں، لیکن پتا نہیں کیوں مالی بابا کل ڈرائیور انکل سے کہہ رہے تھے کہ اگر اسکول والوں نے ان کی بیٹی کو ناچ گانے میں حصہ لینے پر مجبور کیا تو وہ اسے اسکول سے اُٹھا لیں گے۔" عمار نے بہن کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"بچو! آپ کا اسکول آ گیا ہے۔" سلمان صاحب نے بچوں کو اسکول پہنچا کر گاڑی اپنے آفس کی جانب موڑ دی۔

خبریں سننے کے لیے انھوں نے گاڑی میں لگی اسکرین آن کی تو خبر چل رہی تھی۔

◆ غزہ میں اسرائیلی مظالم کے خلاف امریکا کی بڑی یونیورسٹیوں میں احتجاج اور مظاہرے جاری ہیں، جو اب یورپ میں بھی پھیل گئے ہیں۔

◆ خبر رساں اداروں کی رپورٹس کے مطابق طلبہ اسرائیل کے ساتھ تعلّقات رکھتے ہوئے کمپنیوں اور شخصیات کے بائیکاٹ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

◆ ۷ اکتوبر سے غزہ میں جاری جنگ کے بعد یونیورسٹیوں میں تناؤ بڑھتا جا رہا ہے، جس کے بعد یہ مظاہرے اب یورپ میں بھی بڑے پیمانے پر پھیلتے جا رہے ہیں۔

◆ آسٹریلیا میں سڈنی یونیورسٹی میں طلبا نے احتجاجی کیمپ لگا لیے، آسٹریلوی وزیرِ اعظم کی اسرائیل اور غزہ سے متعلق پالیسی کے خلاف نعرے بازی کی، طلبا نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اسرائیل سے منسلک کمپنیوں سے علیحدگی اختیار کی جائے۔

◆ پیرس میں درجنوں طلبا نے سوربون یونیورسٹی کے باہر شدید احتجاج کیا، جرمنی میں بھی پارلیمنٹ کے باہر غزہ کے حق میں لگائے گئے کیمپ پر پولیس نے دھاوا بول دیا۔

یاد رہے کہ اس وقت امریکا کی جن یونیورسٹیوں میں احتجاج کیا جا رہا ہے، ان میں کولمبیا یونیورسٹی، یونیورسٹی آف سدرن کیلیفورنیا، آسٹن میں یونیورسٹی آف ٹیکساس، جارج واشنگٹن یونیورسٹی، ہارورڈ یونیورسٹی، کیلیفورنیا اسٹیٹ پولی ٹیکنک یونیورسٹی شامل ہیں۔

اس کے علاوہ ایمرسن کالج، نیو یارک یونیورسٹی، ایموری یونیورسٹی، نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی، ییل یونیورسٹی، فیشن انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی، سٹی کالج آف نیو یارک، انڈیانا یونیورسٹی بلومنگٹن، مشی گن اسٹیٹ یونیورسٹی ایسٹ لانسنگ کیمپس میں بھی مظاہرے کیے گئے۔

کولمبیا یونیورسٹی پہلی یونیورسٹی ہے، جہاں طلبا کی بڑی تعداد نے احتجاج کیا۔

بین الاقوامی خبروں کے بعد اب قومی و علاقائی خبریں اسکرین کی زینت بن رہی تھیں۔

"حکومتِ پنجاب نے تعلیمی اداروں میں گانے کے مقابلے کروانے کا شیڈول جاری کر دیا طلبا کو اچھی گائیکی پر 20 ہزار سے 2 لاکھ تک انعامات بھی دیے جائیں گے۔"

آفس پارکنگ میں گاڑی روکتے ہوئے ان کے ذہن میں آیندہ ہفتے بیرونِ مُلک سے آنے والی ٹیم کے ساتھ ہونے والی ایک میٹنگ کو کامیاب بنانے کی فکر چل رہی تھی۔

"ملٹی نیشنل کمپنیوں میں بڑے عہدے پر کام کرنا کتنا مشکل ہے، کوئی مجھ سے پوچھے۔" سلمان صاحب جو صبح سے دن ڈھلنے تک مسلسل آفس کے مختلف امور نمٹا رہے تھے، لمحہ بھر کو ڈیسک۔ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر لمبا گہرا سانس لے ہی رہے تھے کہ ایک بار پھر کرسی پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

"خالد صاحب نے ابھی تک اپنی رپورٹ کیوں جمع نہیں کروائی؟" یہ خیال آتے ہی ان کی طبیعت میں ناگواری کا احساس اُبھر آیا تھا۔

"خالد صاحب! آپ کی رپورٹ ساڑھے پانچ بجے ڈیو تھی، اس وقت چھ بجے رہے ہیں؟"

خالد صاحب ادھیڑ عمر کے معقول انسان تھے۔ وقت کی پابندی اور اپنے کام میں مہارت، قابلیت اور اخلاص کی وجہ سے سلمان صاحب کی نظروں میں ان کی بڑی عزّت تھی۔

"سر! میں کچھ پریشان ہوں، جس کی وجہ سے کام پر دھیان نہیں کر پا رہا، آپ مجھے ایک دو دن کی چھٹی دے دیں۔"

"اتنی اہم میٹنگ سر پر ہے، آپ کو چھٹی کیسے مل سکتی ہے؟" سلمان صاحب نے غصے اور پریشانی سے ہونٹ بھینچے۔

"مجھے بتائیے! کیا پریشانی ہے؟ شاید میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں۔"

خالد صاحب بتانے میں ہچکچا رہے تھے، لیکن جب اصرار بڑھا تو انھیں بتانا ہی پڑا۔

"سر! میرا بڑا بیٹا یونیورسٹی جاتا ہے، جبکہ چھوٹا بیٹا اور بیٹی کالج میں پڑھتے ہیں۔ ہم اپنی اپنی مصروفیات کی وجہ سے ایک دوسرے کو بالکل وقت نہیں دے پاتے، لیکن کل اتفاقاً جب

میں نے ان کی آپس کی گفت گو سنی تو مجھے احساس ہوا کہ میں نے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے انھیں جن تعلیمی اداروں کے حوالے کیا تھا، انھوں نے تو میرے ساتھ بہت بڑا دھوکا کیا ہے۔ میرا یونیورسٹی جانے والا بیٹا ٹرانس جینڈرز اور قادیانیوں کے حق میں دلائل دے رہا تھا۔ کالج جانے والے دونوں بچے سرکاری سطح پر ہونے والے ناچ گانے کے پروگراموں میں اپنی اپنی رجسٹریشن کروا چکے ہیں اور زوروشور سے اس کی تیاریوں میں مگن ہیں اور مجھے اب پتا چلا ہے، جب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔ میرے ساتھ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تعلیمی اداروں اور میڈیا نے مل کر بہت بڑا فراڈ کیا ہے سر!"

خالد صاحب سر پکڑے کرسی پر بیٹھے تھے اور سلمان صاحب غصے اور جھنجھلاہٹ میں انھیں دیکھ رہے تھے، جس مسئلے کو وہ مسئلہ ہی نہیں سمجھتے تھے، اس کا حل کیا پیش کرتے۔

اسی اثنا میں طارق صاحب اپنی فائلز کے ہمراہ دفتر میں داخل ہوئے۔

"سر آنے والی میٹنگ کے حوالے سے معزز شرکا کے لیے سب انتظامات مکمل ہیں، آپ جائزہ لے لیجیے اور کچھ سفارشات کو اوکے کر دیجیے۔"

انھوں نے چند کاغذات سلمان صاحب کے سامنے رکھے۔

انتظامات بہترین تھے۔ سلمان صاحب کو کچھ اطمینان ہوا، لیکن یہ اطمینان اس وقت غائب ہو گیا، جب میٹنگ شرکا کی آؤ بھگت کے لیے اسرائیلی مصنوعات کی جگہ متبادل مقامی برانڈز کی تجاویز پیش کی گئی تھیں۔

"میں حیران ہوں کہ اتنی اہم میٹنگ کے لیے یہ کیسی تجاویز ہیں؟" انھوں نے تیز نظروں سے طارق صاحب کو گھورا۔

"سر! اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔۔۔ اس وقت دنیا بھر میں سلیم الفطرت لوگ چاہے ان کا تعلق کسی ملک، مذہب اور قوم سے ہے، انسانی اور اخلاقی اقدار کی بنا پر غزہ میں سات اکتوبر سے جاری انسانی تاریخ کی بدترین نسل کشی کے خلاف اسرائیلی مصنوعات کے بائیکاٹ پر متحد ہیں تو ہمیں اس پر حیرانی اور تردّد کیوں ہے؟ جبکہ بحیثیت مسلمان مظلوم کلمہ گو فلسطینیوں کا ہم پر سب سے زیادہ حق ہے۔" طارق صاحب اپنی رائے پر قائم تھے۔

وہ آفس سے نکلے تو تھکن اور اُلجھن کے باعث سلمان صاحب سے گاڑی چلانا مشکل ہو رہی تھی۔

سونے پر سہاگہ سخت آندھی وطوفان کے ساتھ بارش بھی شروع ہو چکی تھی کہ اچانک ایک ہوٹل کے سامنے ان کی گاڑی جھٹکے سے رُک گئی۔ گاڑی سے سر نکال کر انھوں نے باہر دیکھا تو چند نوجوان تیز ہوا سے گرنے والے بینرز سنبھال رہے تھے۔

"پلیز ہیلپ!" سلمان صاحب نے بیچارگی سے ان جوانوں کو آواز دی۔

"سر! آپ گاڑی لاک کر کے اندر ہال نمبر ا میں تشریف لے جائیں، وہاں ہمارا ایک پروگرام جاری ہے۔ لیکچر کے اختتام تک ان شاء اللہ ہم کوئی مکینک بلوا دیں گے۔"

وہ چار و ناچار ہال میں داخل ہوئے تو ایک بڑی پراجیکٹر سکرین پر تقابلی جائزے کے لیے تین مناظر دکھائے جا رہے تھے،

منظر نمبر 1 میں لہولہو غزہ، اقصیٰ و فلسطین۔۔۔

جبکہ منظر نمبر 2 میں یورپ وامریکہ کے کالج اور یونیورسٹیوں میں فلسطین کے حق میں احتجاجی دھرنے اور مظاہرے

اور منظر نمبر 3 میں پاکستانی کالج اور یونیورسٹیوں میں ہونے والے کنسرٹس دکھائے جا رہے تھے۔

پراجیکٹر اسکرین پر منظر دھندلائے تو مقرّر کی متاثر کن آواز ہال میں گونجنے لگی تھی:

"اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو عن قریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا کہ جن کو اللہ چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں، مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کافروں پر زبردست! اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے۔"

آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ بحیثیتِ قوم قیامِ پاکستان کے وقت کیے گئے اسلامی نظام کے نفاذ کے وعدے بھول جائیں۔۔۔

آپ اللہ کے دین کی مدد کرنے سے منہ موڑ لیں۔۔۔

آپ کو مسجدِ اقصیٰ کے تقدّس کی پامالی، پی ایس ایل کی لایعنی تفریح سے نہ روک سکے۔۔۔

آپ سے غزہ کے ہزاروں شہیدوں کا لہو کے ایف سی، میکڈونلڈ اور کوک کے ذائقے نہ چھڑوا سکے۔۔۔

فلسطین میں خونِ مسلم گلی کوچوں میں بہہ رہا ہو اور آپ کے تعلیمی ادارے محافلِ رقص وسرود سجانے میں مشغول ہو جائیں۔۔۔ دنیا بھر میں مسلمان مغلوب ہوں اور آپ اسلام کا پرچم اُٹھا کر چلنے کو تیار نہ ہوں تو یاد رکھیں!

آپ ربُّ العالمین سے منہ موڑ سکتے ہیں تو وہ بھی آپ سے منہ موڑ لے گا۔

پاکستانی نفاذِ اسلام کے لیے نہیں اٹھیں گے تو یہ فریضہ کوئی اور سرانجام دے لے گا۔۔۔

آپ طوفان اُلاقصیٰ کو مدد اور تعاون فراہم نہیں کریں گے تو یہ مدد انھیں امریکہ کی یونیورسٹیوں سے مل جائے گی۔

آپ اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ نہیں کریں گے تو یہ تحریکیں یورپ میں چلیں گی۔

آپ اپنا وقت، مال جان اس دین کی نصرت میں نہیں لگائیں گے تو آپ کی حیثیت اللہ رب العزت کے ہاں کسی باغ کے جھاڑ جھنکار سے زیادہ نہیں کہ جسے اکٹھا کر کے آگ میں جھونک دیا جائے اور پھر زمین ہموار کر کے نئے پودے اور پھول اگا دیے جائیں۔

فیصلے کی گھڑی آن پہنچی ہے!!!

اور طوفان الاقصیٰ اتمامِ حجّت ہے۔" پراجیکٹر سکرین پر بہت سے مناظر بکھرے پڑے تھے، مقرّر کی آواز ہال میں گونج رہی تھی۔

مگر سلمان صاحب کے دماغ پر جیسے ہتھوڑے برس رہے تھے۔۔۔ غزہ میں مسلسل ہونے والی شہادتیں ان کا امتحان بن چکی تھیں۔

رات کی چادر آسمان کے سر سے سرک رہی تھی۔

گاڑی ٹھیک کروا کے سلمان صاحب جب گھر پہنچے تو صبح کی آمد آمد تھی۔

سورج کی پہلی کرنیں لان کے سبزے پر چمک رہی تھیں۔ مالی نے جھاڑ جھنکار اور مردہ پودے کونے میں اکٹھے کر کے جلا دیے تھے اور اب ان کی راکھ بھی کہیں نہیں تھی۔

کیاریاں نئی پنیری کو خوش آمدید کہہ رہی تھیں اور ننّھے پودے جلد از جلد لان میں اپنی بہار دکھانے کو بے چین تھے۔

ایک طرف استقامت سے کچھ تناور درخت بڑی شان سے کھڑے تھے، یہ وہ تھے جن کا رشتہ خزاں میں بھی اپنی جڑوں سے کمزور نہیں ہوا تھا۔

سلمان صاحب لان میں نہیں، فیصلے کی گھڑی میں دوراہے پہ کھڑے تھے اور طوفانُ الاقصیٰ اتمامِ حجّت لیے سامنے تھا۔

سچ تو یہ ہے کہ صرف سلمان صاحب ہی نہیں، ہم سب تک فیصلے کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ طوفانُ الاقصیٰ اتمامِ حجّت بنا سامنے کھڑا ہے۔۔۔ حق اور باطل! صرف دو ہی رستے باقی ہیں، تیسرا کوئی انتخاب سرے سے ہے ہی نہیں اور ہم سب کو ایک ہی انتخاب اب لازماً کرنا ہے۔

اور ہاں! جو شعوری طور پر طوفانُ الاقصیٰ کی پشت پناہی کا، حق کے راستے کا انتخاب نہیں کرے گا، وہ ضرور باطل کے راستے پر بھٹک جائے گا۔

دکھاوے کی قربانی

بیگم سیدہ ناجیہ شعیب احمد

ذیقعدہ کا آخری عشرہ شروع ہو گیا تھا اور ماہِ ذی الحجہ بس آیا ہی چاہتا تھا۔

شہود وِلا میں خوب گہما گہمی اور چہل پہل کا عالم تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایامِ حج شروع ہو گئے۔ عیدالاضحیٰ کی آمد نے جہاں گھر کے سبھی بچوں کے دلوں میں کھلبلی مچادی تھی، وہیں وہ سب کسی اور کی آمد کے بھی شدّت سے منتظر تھے۔

"چلو آؤ! سب مل کے دعا کرتے ہیں کہ ہم بھی اس مرتبہ سب سے تگڑا، خوب موٹا تازہ، خوب صورت، حسین ترین جانور خرید سکیں۔" صنوبر نے اپنے بھتیجوں اور بھتیجیوں کو دعا مانگنے کی ہدایت کرتے ہوئے کہا تو قربانی کی اہمیت و مقام سے یک سر ناواقف کم عمر شبرا بولی:

"میں تو منّت مانگ رہی ہوں کہ اللہ کرے ہمارا جانور ایسا آئے کہ اسے دیکھ کر سارے محلے والے، رشتے دار اور میری سہیلیاں سب مارے حسد کے جل جائیں۔"

بچوں کی پھپھو بھی بچی ہی تھی۔ ناک پھلا کر بولی: "ہاں نا! کل اس موٹی فاخرہ کو دیکھا تھا کیسے اپنے ناٹے سے بیل پر اِتراتی پھر رہی تھی، میرے بھیّا کو آنے دو، پھر میں بھی ایسے ہی اتراؤں گی۔"

صنوبر کے چپ ہوتے ہی میرز بولا: "پھپھو! میں تو منڈی جا کر سب سے بڑا اور مہنگا والا جانور پسند کروں گا، جب سے حنظلہ کے ماموں دو بیل اور پانچ بکرے لائے ہیں۔ پوری گلی میں ان کی واہ واہ ہو گئی ہے۔" میرز کے لہجے سے حسرت اور حسد ٹپک رہا تھا۔

"ہاں نا! ہم بھی سستا نہیں سب سے مہنگا جانور خریدیں گے کیوں کہ۔۔۔ ہمارے چاچو لندن میں رہتے ہیں اور ان کے پاس ڈھیر سارے پاؤنڈ ہیں۔" سب سے چھوٹا عثمان معصومیت سے بولا، کیوں کہ گھر بھر میں یہی مشہور تھا کہ لندن والے چاچو بہت امیر و کبیر آدمی ہیں۔ وہ ایک کیا، قربانی کے لیے کئی جانور خرید سکتے ہیں۔

ایامِ حج شروع ہوئے تو بچوں کی ہی نہیں بڑوں کی بھی بے چینی عروج پر پہنچ گئی۔ ان کی گلی کے سب سے کونے والے گھر میں بھی قربانی کے لیے ایک بچھڑا اور اونٹ آچکا تھا۔ پوری گلی میں بس ایک شہود ولا کے دروازے کے باہر کسی جانور کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ شہود ولا کے نادان مکین اپنے پڑوسیوں کو خوش دیکھ کر ان کی خوشی میں کیا خاک خوش ہوتے، اُلٹا حسد میں آ کر بول اُٹھے: "اللہ! آخر کب آئیں گے ہمارے چاچو؟ ہم سب کب اپنے چاچو کے ساتھ منڈی جائیں گے؟ اور سب سے اعلیٰ جانور خرید کر لائیں گے۔"

قبولیت کی گھڑی تھی۔ شہود احمد کا کماؤ پوت بیٹا، صنوبر کا لاڈلا بھائی اور بچوں کا عزیز از جان چاچو شاہ بی بی کا ہونہار سپوت اسجد طویل عرصے کے بعد عید منانے خیر و عافیت کے ساتھ پاکستان پہنچ گیا تھا۔ شہود وِلا کی رونقیں دیکھنے والی تھیں۔ کیا چھوٹے کیا بڑے سب ہی چہک اُٹھے تھے۔

"عثمان، ازمیر، میرز، شبرا، نمرہ جلدی سے سب وضو کر کے آؤ۔" احمد شاہ نے دو گھنٹوں سے اسجد کو گھیرے میں لیے ہوئے بچوں کو پکارتے ہوئے نماز کے لیے وضو کرنے کے لیے کہا تو میرز جھٹ سے بولا۔

"میرا تو وضو ہے بابا!"

"ظہر کا وضو ابھی تک باقی ہے، واہ بھئی!"

"چاچو! اس کا وضو لوہے کا ہے، ٹوٹتا ہی نہیں۔ ہی ہی ہی۔" ازمیر کے کہنے پر سب کی بے ساختہ ہنسی نکل گئی۔

"ششش چپ بدتمیزو! کھانا کھانے کے بعد اتنا اُچھلے کودے ہو تو وضو کہاں برقرار رہ پایا ہوگا۔ چلو شاباش! سب بچے تازہ وضو کر کے آئیں، عشاء کی نماز مسجد میں پڑھ کر پھر ہم سب منڈی جائیں گے۔"

منڈی جانے کا سُن کر میرز خوشی سے اُچھلنے لگا تو اسجد نے کہا: "سنو! پھپھو، شبرا اور بریرہ کو بھی تیار ہونے کا کہہ دو۔"

اسجد نے اکلوتی بہن اور اس کے ساتھ دونوں بھتیجیوں کو بھی تیاری کا عندیہ دے دیا تھا۔ ہرّے! خوشی سے پانچوں بچے ناچنے لگے۔

"اسجد!" شاہ بی بی نے اسجد کو مخاطب کیا تو وہ فرماں برداری سے بولا: "جی امی!"

"بیٹے! لڑکیوں اور چھوٹے بچوں کو منڈی لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"مگر دادی امی! ہم تو قربانی کا جانور لینے جا رہے ہیں، پھپھو، آپی ہمارے جانور بھی دیکھ لیں گی، ساتھ میں تھوڑا گھوم پھر لیں گی۔" ازمیر نے شاہ بی بی کو مسکراتے ہوئے قائل کرنے کی کوشش کی۔

"ارے بھئی! جب تک سب گھر والے مل کر جانور کی خریداری نہ کریں، مزہ ہی نہیں آتا، جانے دیں اس میں برا ہی کیا ہے۔" اسجد نے ماں کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تو احمد شاہ بھی بھائی کی طرف داری کرتے ہوئے بولنے لگا: "امی جان! اسجد اتنے عرصے بعد گھر آیا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔" اسجد نے آنکھوں ہی آنکھوں میں بڑے بھائی کو سفارش کرنے کا اشارہ کیا تھا، اب کی بار شاہ بی بی ڈپٹ کر بولیں۔

"چلو بہت ہوا، لڑکیو! اندر جا کر بیٹھو۔ بھلا شریف گھرانے کی بہو، بیٹیوں کو زیب دیتا ہے کہ وہ مردوں کے ہجوم میں مویشی منڈی میں بولائی بولائی پھیریں۔" پھر وہ ملائمت بھرے لہجے میں گہری سانس لیتے ہوئے کہنے لگیں: "خدا کو مانو میرے بیٹو! خواتین اور بچوں کا منڈی میں خوار ہوتے پھرنا قطعاً مناسب نہیں سمجھے!"

"جی بالکل سمجھ گئے!" شاہ بی بی کے رعب اور دبنگ لہجہ میں کہے گئے الفاظ پتھر پر لکیر ثابت ہوئے۔ احمد شاہ کی بیوی تو ویسے ہی خاموش طبع اور اپنے کام سے کام رکھنے والی بے ضرر خاتون تھیں، مگر باقی سب نے شاہ بی بی کو راضی کرنے کے لیے لڑی چوٹی کا زور لگایا، مگر ان کی کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ ضد کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے لڑکیوں کے ساتھ چھوٹے

بقیہ صفحہ نمبر 24 پر

ہمارا بکرا

راحمین ایاز

جیسے جیسے بقر عید قریب آتی جا رہی تھی، گلیوں میں قربانی کے جانوروں کی رونقیں بڑھتی جا رہی تھیں، کوئی بچہ بڑے شوق سے اپنے پیارے بکرے کی کمر کو پیار سے سہلا رہا تھا اور کوئی بکرے کو چارہ کھلانے میں مصروف تھا۔

" بابا! ہمارا بکرا کب آئے گا؟" ننّھے حارث نے بے چین ہو کر سوال کیا۔

"بیٹا! ہم کل ہی منڈی چلیں گے اور بکرا لے کر آئیں گے۔" عابد کے بابا ان شاء اللہ تو کہہ دیں۔" ندا بیگم نے یاددہانی کروائی۔

"جی جی بیگم، ان شاء اللہ ان شاء اللہ!" عادل صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

عادل صاحب ایک سرکاری ڈاکٹر تھے۔ ان کی اچھی خاصی آمدنی تھی، جس کے سبب گھر میں پیسوں کی ریل پیل تھی، عادل صاحب اپنے والدین، تین بچوں، دو بیٹے اور ایک بیٹی اور بیوی کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔

"مما! بابا کہاں گئے ہیں؟" بڑے بیٹے عابد نے اسکول سے آتے ہی سوال کیا۔

"بیٹا! آپ کے بابا اور حارث منڈی گئے ہیں، قربانی کے لیے جانور خریدنے۔"

وہ اداس ہو کر دادو کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا، کیا ہوا میرے بچے کو؟ اُداس کیوں ہو بیٹا؟

"نہیں دادو! میں اُداس تو نہیں ہوں، وہ اُٹھا اور کمرے میں چلا گیا۔"

"ندا! یہ عابد کو کیا ہوا ہے، اُداس اُداس سا لگ رہا ہے؟"

"پتا نہیں اماں جان! کل تک تو ٹھیک تھا، خیر آپ پریشان نہ ہوں، میں دیکھتی ہوں۔"

"مما دیکھیں! ہمارا بکرا کتنا پیارا ہے۔ مما یہ چھلانگیں بھی لگاتا ہے اور گھاس بھی جلدی جلدی کھاتا ہے۔" حارث بہت خوش تھا اور اسے اپنے بکرے پر بہت پیار آ رہا تھا۔

"کیا تم ہمارا بکرا، ہمارا بکرا کرتے رہتے ہو، یہ ہمارا بکرا نہیں ہے اور چلو اپنا ہوم ورک مکمل کرو۔" عابد نے بہت غصے سے حارث سے کہا۔

"کیا ہوا بیٹا؟ آپ غصے میں کیوں ہیں؟" دادو نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"کچھ نہیں دادو! آپ حارث کو دیکھیں، ہر وقت بکروں کی باتیں کرتا رہتا ہے۔ دادو! آپ کو تو پتا ہے یہ بکرے ہمارے تو نہیں ہوتے اور یہ کیسی بات ہوئی کہ ہم اتنی چاہ سے جانور خریدتے ہیں اور اتنے دن اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں، پھر اسے ذبح کر کے خود ہی کھا لیتے ہیں، دادو مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔ دادو آپ کو پتا ہے، میرے اسکول کے کچھ دوست بھی عید کے دن گوشت نہیں کھاتے ہیں اور اب میں بھی اس بکرے کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔" دادو بڑی توجہ سے عابد کی باتیں سُن رہی تھیں، اب انھیں عابد کی اُداسی کی وجہ بھی سمجھ آ گئی تھی۔

"نہیں عابد بیٹا! ایسی بات بالکل نہیں ہے اور آپ کے دوست بالکل غلط کرتے ہیں، جو قربانی کا گوشت نہیں کھاتے۔ آج میں آپ کو قربانی کے متعلّق معلومات فراہم کروں گی۔

"دیکھیں عابد بیٹا!" بقر یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کی مراد "قربان" سے ہے، اس کا مطلب ہے، اپنی پیاری چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنا اور اسے قربانی کی عید کہتے ہیں۔

عید قرباں، عید الفطر سے دو مہینے نو دن کے بعد دسویں دن منائی جاتی ہے۔ عید الاضحیٰ کا یہ موقع بنیادی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایمان اور اللہ تعالیٰ سے ان کی محبت و عقیدت کو بیان کرتا ہے۔

قربانی تو ایک اہم مالی عبادت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ حضور ﷺ کو قربانی کا حکم دیا گیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہوا: فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ

"تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو" ہمارے نبی کریم ﷺ بھی قربانی کیا کرتے تھے اور ہر سال مسلمان کروڑوں جانوروں کی قربانی کر کے جاں نثاری کے اس بے نظیر واقع کی یاد تازہ کرتے ہیں، جو آج سے تقریبًا سوا پانچ ہزار سال قبل عرب کی سرزمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر کے پاس پیش آیا تھا۔"

کیسا رِقّت انگیز اور ایمان افروز ہو گا وہ منظر جب ایک شفیق اور مہربان والد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نوخیز لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا:

یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی (الصّٰفّٰت: 102)

"اے میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، بتا تیری کیا رائے ہے؟"

لائق فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بلاتامّل کہا:

یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ (الصّٰفّٰت: 102)

"ابا جان: آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے نا آپ اسے کر گزریے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔"

پھر اخلاص و وفا کے پیکر نے خوشی خوشی اپنی ننّھی و معصوم گردن زمین پر اس لیے ڈال دی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم کی تعمیل کے لیے اس پر چھری پھیر دی جائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے محبوب لختِ جگر کے سینے پر گھٹنا ٹیک کر اس کی معصوم گردن پر اس لیے چھری پھیرنے کا ارادہ کر لیا تھا کہ اس کے رب کی مرضی اور حکم یہی ہے۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

آسمانوں پر تمام فرشتے بھی حیران و پریشان تھے کہ آج یہ کیا ہونے جا رہا ہے۔ اطاعت و فرماں برداری کا یہ بے نظیر منظر دیکھ کر رحمتِ خداوندی جوش میں آ گئی اور ندا آئی:

جس کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے:

وَنَادَیۡنٰہُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ ۙ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا
اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ الۡبَلٰٓـؤُا الۡمُبِیۡنُ

"ہم نے انھیں آواز دی کہ اے ابراہیم! بس تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، ہم وفادار بندوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں، یقینًا یہ ایک کھلی آزمائش تھی۔"

اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ایک مینڈھا عطا

فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا آپ اس کو ذبح کریں۔اس طرح قربانی کا عمل وجود میں آیا۔

”عابد بیٹا! اب میں آپ کو قربانی کرنے کے ثواب کے بارے میں بتاتی ہوں کہ جب ایک مومن بندہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے جانور کو قربان کرتا ہے تو اسے کتنا اجر ملتا ہے۔“

ایک بار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ (ﷺ) ! قربانی کی حقیقت کیا ہے؟فرمایا: یہ تمہارے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔“صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اس کے کیا فوائد ہیں؟فرمایا:”اس کے ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے، پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا:”اس میں کیا ملتا ہے؟“فرمایا کہ ”ان کے ہر بال کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔“ (سننِ ابنِ ماجہ)

اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”ابن آدم نے قربانی کے دن کوئی ایسا عمل نہیں کیا، جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ ہو اور قیامت کے دن وہ ذبح کیا ہوا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے، لہٰذا تم اس کی وجہ سے (قربانی کرکے) اپنے دلوں کو خوش کرو۔ (مشکوٰۃ المصابیح)“

”تو! اب بتائیں بیٹا! کیا خیال ہے آپ کا؟ کہ حارث کا بکرے کو ”ہمارا بکرا“ کہنا صحیح تھا یا غلط؟“ دادو نے شرارتی انداز میں عابد کو چھیڑا، جس سے عابد نے مسکرا کر کہا:”یقیناً وہ ہمارا بکرا ہے اور میں تو گوشت کے ساتھ بھی پورا انصاف کروں گا، اب دادو اور عابد دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے۔“

بقیہ

دکھاوے کی قربانی

بچوں کو بھی منڈی لے جانے کی اجازت نہیں دی۔تینوں لڑکیاں منہ بسورے، بڑے کمرے میں چلی گئیں اور چھوٹے بچے وہ تو بڑوں کو دیکھ کر ہی تیر کی طرح سیدھے ہو گئے تھے۔ گھر کے مردوں کے مویشی منڈی روانہ ہوتے ہی شاہ بی بی سیدھا بڑے کمرے میں چلی آئیں، جہاں صنوبر، شبرا اور بریرہ تینوں سر جوڑے کھسر پھسر کرنے میں مصروف تھیں۔شاہ بی بی انھیں بظاہر نظرانداز کرتے ہوئے اپنی آرام دہ کرسی پر بیٹھ گئیں۔سامنے میز پر کتاب رکھی ہوئی تھی، وہ پڑھنا شروع ہو گئیں۔

”ماہِ ذی الحجہ ہر عاقل و بالغ، صاحبِ نصاب اور مقیم پر قربانی کرنا واجب ہے، اس لیے ہم بقرہ عید کے دیگر اضافی اخراجات روک کر صرف قربانی کے لیے جانور خریدنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بھی عبادت و ریاضت کا مہینا ہے، جو لوگ حج کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، انھیں نو ذی الحجہ کے دن عبادات و مناجات کر کے اللہ کو راضی کرنے میں مگن رہنا چاہیے، نہ کہ لہو و لعب میں وقت ضایع کر کے رب کو ناراض کرنے کا سبب بنیں۔“شاہ بی بی کی آواز نے سرگوشیوں کو دبا دیا، یہاں تک کہ وہ تینوں انھیں سننے پر مجبور ہو گئیں۔شاہ بی بی ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے میں کام یاب ہو گئی تھیں۔ وہ ذی الحجہ کے فضائل و احکام پڑھتے پڑھتے کہیں کھونے لگیں۔ان کی نظریں بظاہر کتاب پر جمی تھیں، مگر ان کی سوچوں کا دھارا بدل گیا تھا۔

ماہِ ذی الحجہ سنّتِ ابراہیمی علیہ السلام کی یادیں تازہ کرتا ہے۔ ہم محض اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی خوش نودی اور رضا حاصل کرنے کے لیے حج اور قربانی کر کے سنّتِ ابراہیمی کو زندہ کر کے عید الاضحیٰ مناتے ہیں۔ عیدین کے اصل لطف و کرم سے تو وہی لوگ لطف اندوز ہوتے ہیں، جو خشوع و خضوع کے ساتھ پورا ماہ عبادات میں گزارتے ہیں اور قربانی کی اصل خوشی بھی صرف انہی کو ملتی ہے، جنہوں نے دکھاوے کے بجائے خالص نیت کے ساتھ قربانی کی ہوتی ہے۔

”ہیں! یہ کیا آپ لوگ خالی ہاتھ واپس آگئے؟“

”ہاں جی!“

”مگر کیوں، کیا ہوا؟ جانور نہیں ملا؟ ارے کچھ تو بتائیں اسجد بھائی؟“یہاں صنوبر کی حیرت عروج پر تھی، وہاں مبرز اور ازمیر صدمے سے نڈھال کھڑے سوچ رہے تھے کہ ہم نے گلی کے بچوں کے سامنے جو ڈینگیں ماریں تھیں، ہائے! اب کسی کو کیا منہ دکھائیں گے۔ شاہ بی بی کمرے سے باہر چلی آئیں، جہاں سب چھوٹے بڑے منہ لٹکائے کھڑے تھے۔ تھکے تھکے سے دونوں بھائیوں کے چہروں پر مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ماں کا دل کچھ سوچ کر کپکپا اٹھا۔اسجد تعجب سے بولا:”امی جان! میں جیب میں اچھی خاصی تگڑی رقم ہونے کے باوجود قربانی کا جانور خرید کر نہیں لا سکا۔ حیرت اس بات کی ہے کہ ہمارا ہر کسی سے سودا بنتے بنتے ہی بگڑ رہا تھا۔ ہم کوشش اور چاہت کے باوجود کچھ بھی خرید نہیں سکے۔“اسجد کی آواز میں نمی گھلی ہوئی تھی۔

احمد شاہ کنپٹیاں مسلتے ہوئے بولے:”میں بھی سخت حیران و پریشان ہوں، آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ کل عید ہے اور ہمارے گھر قربانی کا جانور نہیں آیا۔“

تب سب نے دیکھا کہ خاندان بھر کو رعب و دبدبے میں رکھنے والی چٹان خاتون کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں۔لمحے بھر میں سب کو جانور کا غم بھول گیا۔

شاہ بی بی جیسی مضبوط اور آہنی عصاب کی مالکہ کو ہچکیاں لے کر روتا ہوا دیکھ کر سب ششدر رہ گئے تھے۔

تب وہ بڑے دل گداز انداز میں ایسے گویا ہوئیں کہ کیا چھوٹے کیا بڑے، سبھی ان کے ہونٹوں سے نکلا حرف حرف اپنی روح میں اترتا محسوس کر رہے تھے۔ وہ نہایت پُرسوز آواز میں کہہ رہی تھیں:”میرے بچو! چلو آؤ ہم صدقِ دل سے توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ ہم نے نادانی میں آکر نفس و شیطان کے دھوکے میں ناشکری کی۔ تکبر، حسد، دکھاوے کے چکر میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا ہے۔ چلو آؤ! ہم اپنی نیّتوں کو خالص کرتے ہیں۔قربانی کی اصل روح کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے، یہ نیت کرتے ہیں کہ ہم نمود و نمائش کے لیے نہیں صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جانور قربان کریں گے۔“

اختیار و استطاعت ہونے کے باوجود وہ اپنی خواہش پوری کرنے میں بری طرح ناکام ہو گئے تھے۔ لوہا گرم تھا، شاہ بی بی کے نرم لب و لہجے نے کاری ضرب لگائی اور دل سے نکلی ہوئی دعا نے تیر بہدف کا کام دکھانا شروع کر دیا۔ قبولیت کی گھڑیاں تھیں، مالکِ متعال کے ایک لفظِ کن کہتے ہی وہ سب ریاکاری، دکھاوے، شوبازی اور مقابلے کی کثافت بھری فضا سے باہر نکل آئے تھے۔ دور کہیں مسجد سے اذانِ فجر کی کانوں میں رس گھولتی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ۔۔۔ آؤ کامیابی کی طرف!!

قربانی سنتِ ابراہیمی

فاطمہ ابراہیم

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو توحیدِ الٰہی کی طرف دعوت دی تو قوم کے ساتھ ساتھ آپ کے والد نے بھی ابراہیم علیہ السلام کی سخت مخالفت کی، نہ صرف مخالفت کی بلکہ پتھر مار مار کر جان لینے کا اعلان کر دیا، مگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ظالم قوم سے نجات دی اور اپنی جناب سے دوسری بستی میں لا بسایا۔ وہاں ازدواجی زندگی میں نبی علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ ”یا اللہ! مجھے نیک صالح اولاد عطا فرما۔“

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور بُردبار یعنی تحمل والے بچے کی خوش خبری دی۔ ابراہیم علیہ السلام بھولے نہیں کہ نعمت کس نے دی تھی؟ بلکہ ہر آن اللہ کے انعام کو یاد رکھا اور اللہ کے احکام و رضا کے مطابق ہی اپنے پیارے بیٹے کی تربیت کی۔ وقت کی رفتار کے ساتھ نبی کے لختِ جگر سیدنا اسماعیل علیہ السلام اتنی عمر کو پہنچ گئے کہ اپنے والد کے ساتھ چلنے پھرنے لگے، دوڑنے لگے تو خواب میں دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے عزیز بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے نبی اور خلیل تھے اور نبی جو بھی خواب دیکھتے ہیں، وہ سچا ہی ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے پریشانی میں اپنے بیٹے سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا تو بیٹے کو معلوم تھا کہ والدِ محترم کو اللہ کی طرف سے جو ذمہ داری سونپی گئی ہے، وہ چھوٹی نہیں ہے۔ یہ خواب دراصل حکمِ الٰہی ہے، انھوں نے والد کی پریشانی بھانپتے ہوئے فرمایا کہ ”اے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے آپ کر گزریئے۔“ جب پیغمبرِ خدا نے خواب سچ کر دکھایا تو انھیں پکار کر کہا گیا ”اے ابراہیم! آپ نے تو خواب بھی سچ کر دکھایا۔“ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حکم سے اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ایک مینڈھے کو لایا گیا، اللہ محسنوں کو اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں۔

اوّل تو کسی خواب کو عملی جامہ پہنانا ایک دشوار ترین عمل ہے اور خواب بھی ایسا ہو کہ عرصے بعد حاصل کردہ نعمت کو راہِ خدا میں قربان کر دیا جائے تو اس کو حقیقت کر دکھانے کی دشواری کا تو تصور بھی محال ہے۔

مگر اللہ کے پیارے پیغمبر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کر دکھایا۔ سارے خاندان کو چھوڑ دینے کے بعد تمناؤں اور دعاؤں کے بعد ملنے والے لختِ جگر کو رب کے ایک اشارے پر قربان کر ڈالا۔

سوچا جائے تو وہ کون سا جذبہ تھا، جس کے تحت بغیر کسی پس و پیش کے انھوں نے ایسا کیا۔ سیرتِ ابراہیم علیہ السلام کو پڑھا جائے تو صرف رب کی فرماں برداری کا شوق، جذبہ اور لگن ہی تو ملتا ہے، جو ابراہیم علیہ السلام کو ہر اشارے کو سچ کر دکھانے پر جمائے ہوئے تھا۔

جس رب نے پیدا کیا، زندگی بخشی، بے شمار نعمتوں کے ساتھ ہدایت کی نعمت سے مالا مال کیا تو اس کی کامل اطاعت کیوں نہ کی جائے؟

یہی وجہ تھی کہ جو بھی حکم ملا خواہ مشرک والد کو چھوڑنے کا یا اس بستی کو خیر باد کہنے کا جس میں ساری زندگی بسر کی یا ننّھے اسماعیل کو ذبح کرنے کا یا عرصے بعد عطا کی گئی اولاد کو بیابان میں لا چھوڑنے کا، ابراہیم علیہ السلام نے ہر حکم پر لبیک وسعدیک کہتے ہوئے عمل کر دکھایا۔

بدلہ کیا ملا؟ اللہ فرماتے ہیں ”ہم نے ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد میں انھیں زندہ رکھا، انھیں باقی چھوڑا۔“

مگر کیسے؟

ان کا ذکرِ خیر رہتی دنیا تک قائم رکھ کر۔ آج ان کو دنیا سے گئے صدیاں بیت چکیں، مگر آج بھی روزِ اوّل کی طرح نماز میں درودِ ابراہیم پڑھا جاتا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام کے فدیے میں مینڈھا تو رب کی طرف سے لایا گیا، مگر ان کی اس سنت کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھنے کا حکم دیا گیا، تاکہ ان کی یاد باقی رہے۔

عزیز قارئین! اگر سنتِ ابراہیمی کو دیکھا جائے تو پھر قربانی میں جانور کی قیمت، اس کا مہنگا ہونا اور اس کا تگڑا و تازہ ہونا معنی نہیں رکھتا، کیوں کہ ربِّ کعبہ کی! قسم لَنۡ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰـكِنۡ یَّنَالُهُ التَّقۡوٰى مِنۡكُمۡ اللہ تبارک وتعالیٰ جل ّشانہٗ کو نہ ہماری قربانی کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کا خون پہنچتا ہے، نہ ہی یہ ہم سے مطلوب ہے۔ ہاں! اگر مطلوب ہے تو ایک ہی چیز اور وہ ہے، تقویٰ! کون رب کی عطا میں سے اپنی محبوب چیز رب کی راہ میں قربان کرتا ہے؟

تو طریقہ بھی یہی ہونا چاہیے کہ اپنی محنت سے کمائی کریں، اس محبوب کمائی سے جانور خریدیں اور خالصتاً رضائے الٰہی کے لیے تکبیرات کی صدا بلند کرتے ہوئے اسے قربان کر دیں اور اگر استطاعت اور توفیق ہو تو عید سے ایک عرصہ قبل جانور خریدیں، خود اسے پالیں، اس کی دیکھ بھال کریں، اس کی خدمت کریں اور جب وہ قربانی کا موقع ہو تو اس جانور کو جس کی خدمت کرنا عادات کا حصہ بن گیا ہو، جس سے اتنا اُنس ہو کہ کوئی دن اس کے بغیر نہ گزرے، اسے رب کے لیے قربان کیا جائے تو یہ قربانی ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں جذبۂ ابراہیمی اور اخلاص و تقویٰ سے اپنی رضا کے لیے قربانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

Fruiti-O
NECTARS & FRUIT DRINKS
Real Taste of Nature
Fruiti-O
Guava Nectar
Contains Guava Fruit Pulp
Fruiti-O
Mango Nectar
Contains Chaunsa Mango Pulp
Shake Before Serving - Keep Refrigerated Once Opened
Fruiti-O
Pomegranate Nectar
Contains Pomegranate Fruit Concentrate
fruitioPakistan
fruitioPakistan
www.fruitio.com.pk

نانا جان کے نام ایک خط

میرے پیارے نانا جان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس خط کو دیکھ کر شاید آپ سوچیں کہ جاتے سمے جو نواسی آدھی ٹانگ برابر تھی، وہ اب خط لکھنے لگی ہے!

امی مجھے لاپروا سمجھتی ہیں، اکثر کہتی ہیں کہ میرے مرنے کے بعد تم مجھے کہاں یاد رکھو گی۔ میں انھیں کیسے بتاؤں کہ میں تو ابھی تک نانا جان کو ہی بھلا نہیں سکی۔۔۔

آپ کو یاد کروں تو ایک شبیہ ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ چارپائی پر سر جھکائے بیٹھے، کرسی سے ٹیک لگائے یا پھر بستر پر لیٹے ہوئے، نانا جان! مجھے بہت رشک آتا ہے ان بچوں پر جن کے پاس نانا اور دادا جیسی قیمتی دولت موجود ہے۔

امی جان بتاتی ہیں کہ آپ بہت سخت تھے، خالہ کو اسکول نہیں جانے دیتے تھے کہ تب لڑکیوں کو پڑھانے کا رواج ہی نہ تھا، لیکن جب خالہ نے آپ سے چھپ کر پانچویں پاس کرلی تو معلوم ہونے پر آپ خاندان بھر کے سامنے ڈٹ گئے۔ خالہ کے بعد ماموں اور امی کے لیے آگے بڑھنے کے راستے کھل گئے، جن میں آپ ان کے ہم قدم رہے۔

یہاں تک کہ امی اور ماموں کے یونی ورسٹی جانے پر بھی آپ نے صاف کہا کہ ”پڑھاؤں گا تو دونوں کو، بیٹا مجھے بیٹی سے زیادہ پیارا نہیں!“

میں نے آپ کا لمس محسوس نہیں کیا، میرے کان آپ کی آواز سے آشنا ہی نہ ہوسکے۔ میں تو ابھی زندگی کے ابتدائی درجات میں تھی، سو سمجھ ہی نہ سکی کہ نانا جان بستر پر کیوں لیٹے رہتے ہیں، کافی عرصے سے انھوں نے بیٹی کے سر پر ہاتھ کیوں نہ پھیرا؟

آپ کی وفات کے اگلے دن آپ کی پوتی کی پیدائش کی خوش خبری ملی تھی۔ چھوٹی نانو کبھی آپ کے لیے تسبیح پڑھتیں، کبھی اندر جا کر اپنی نواسی کو دیکھتیں، اب بھی کہیں نئی کونپل کے پھوٹنے کی خبر اور کہیں چراغِ سحری کے بجھنے کا حزن آمیز اعلان اکٹھے سننے کو ملے تو تیزی سے پلکیں جھپکتیں، تسبیح کے دانے گراتی ننّھی بچی سامنے آجاتی ہے۔

ایک ان دیکھی محبت ہے، جو مجھے آپ کو بھولنے نہیں دیتی۔ آپ کے لیے دعا مانگتے خیال آتا ہے کہ شاید یہ چار بیٹیوں کو خندہ پیشانی سے پالنے کا صلہ ہے کہ آج سترہ سال گزرنے کے باوجود آپ کی اولاد آپ کو یاد رکھے ہوئے ہے۔

آپ کے بعد میری دعا کا آغاز ان الفاظ میں ہوتا کہ ”اے اللہ! نانا جان کو جنّت میں جگہ دینا اور خالہ کو بیٹا دینا۔ اللہ کریم نے دوسری دعا قبول فرمائی، مجھے یقین ہے کہ پہلی دعا بھی قبول ہوچکی ہوگی۔

دل چاہتا ہے کہ آپ کے بچپن کے وہ قصّے سنوں جو آپ اپنی کم گوئی کی وجہ سے کسی کو سنا نہیں پائے۔

وہ درد بانٹوں، جس نے آپ کے مزاج کو بچپن سے ہی سخت کر دیا تھا۔ آپ کے دل میں چھپی اولاد کی محبت کو سمجھنے کی کوشش کروں، لیکن شاید کچھ باتیں ان کہی رہ جاتی ہیں!

خیر! رات بہت بیت چکی، اب بس کرتی ہوں۔“ فقط والسّلام

آپ کی نواسی

تماضر ساجد اللہ

عمل

قانتہ رابعہ

سارے گھر میں نومی کو ڈھونڈا جا رہا تھا۔ امی جان نے آواز دی ”نومی کہاں ہو؟“ پھر بابا جان، باجی، بھیا سب نے ”نومی، نومی کہاں ہو۔“ کے نعرے لگائے، مگر کوئی جواب نہ پا کر امی جان اسے ڈھونڈنے نکلیں۔

”کمال ہے اتنا غیر ذمے دار تو نہیں تھا کہ یوں رات کے وقت بغیر بتلائے گھر سے کہیں جائے۔“ انھوں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”اوہ!“ باجی زبدہ کو یاد آیا اور بولیں۔

”امی جان! اس نے تو آج مغرب کی نماز کے بعد کھانا بھی کھا لیا تھا یہ کہہ کر کے بھوک لگی ہے۔“

”اف یہ نومی بھی نا!“ انھوں نے ڈرائنگ روم اور کمروں میں جھانکتے ہوئے پریشانی سے دادی جان کے کمرے میں قدم رکھا، ایک دم انھیں جھٹکا لگا۔

”ارے یہ کیا؟“ نومی دادی جان کے کمرے میں سویا ہوا تھا۔

”اسے تو اپنے بستر کے علاوہ کہیں نیند ہی نہیں آتی، یہ کیسے یہاں سونے پر آمادہ ہوا؟“ امی جان نے دادی جان سے پوچھا، دادی جان نے تسبیح ایک طرف رکھی اور بولیں: ”کہہ رہا تھا، آج اسلامیات کے ٹیچر نے رات دیر سے سونے اور صبح دیر سے اٹھنے کے متعلق بتایا تھا اور سب بچوں سے وعدہ لیا کہ سب بچے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کریں گے، رات جلدی سونے کی کوشش کریں گے، کیوں کہ رات کو دیر تک خوامخواہ جاگنے کو اللہ جی نے سخت ناپسند کیا ہے اور ایک دو نہیں کئی مرتبہ اللہ جی نے قرآنِ مجید میں بندے کو یاد دلایا ہے کہ رات سونے کے لیے بنائی ہے، دن کاموں کے لیے۔۔۔ ہمارے نبی کریم ﷺ بھی رات کو جلدی سو جایا کرتے تھے، صبح دیر تک سوئے رہنا اچھی بات نہیں۔ استاد صاحب نے بتایا ہے کہ ان کی صحت ہمیشہ اچھی برقرار رہتی ہے جو علی الصبح اٹھتے ہیں، بلکہ فجر کے وقت کی تو اللہ نے قسم بھی کھائی ہے۔

مجھے کہنے لگا کہ دادی جان آپ بھی ہمیشہ رات کو جلدی سوتی ہیں تو صبح جلدی اٹھتی ہیں، میں آج سے آپ کے ساتھ سو جایا کروں گا، باہر تو رات بارہ ایک بجے تک سب ٹی وی دیکھتے ہیں، آپ مجھے صبح جلدی اٹھا دیں اگر میری آنکھ نہ کھل سکے تو۔۔۔ تاکہ صبح فجر کی نماز باجماعت ادا کرسکوں۔

”اس لیے وہ میرے پاس آکر لیٹ گیا کہ دور ہونے کی وجہ سے یہاں شور شرابہ کی آواز نہیں آتی، وہ سکون سے سو سکے گا۔“

دادی جان تو یہ بتا کر سورۂ ملک کی تلاوت کرنے میں مصروف ہوگئیں اور امی جان کے قدم زمین پر جم گئے۔ ساری زندگی انھوں نے بھی یہ حدیث سنی اور پڑھی، لیکن عمل کی توفیق ان کے آٹھ سال کے بیٹے کو ملی، انھوں نے سوئے ہوئے بیٹے کے ماتھے پر پیار کیا، خود بھی اپنے آپ کو جلدی سونے کا ارادہ کیا اور کمرے سے نکل گئیں۔

حقیقی عیدِ قربان

انیسہ عائش

وہ لوگ گھر لوٹے تو چہاراطرف اندھیرا پھیل گیا تھا۔اس نے شاپنگ بیگ صوفے پر پٹخے اور خود بھی وہیں ڈھے گئی۔امی جان انھیں دیکھتے ہوئے کولڈ ڈرنک گلاسوں میں ڈال کر لے آئیں۔اس نے گلاس اٹھایا اور منہ سے لگالیا۔سیاہ مشروب کا ایک گھونٹ ہی بھرا تھا کہ کانوں سے اِک بازگشت ٹکرائی۔اگلے ہی لمحے اس نے بے اختیار گلاس واپس رکھ دیا۔

”ارے بھابھی! مجھے تو سادہ پانی ہی دے دیں، یہ بچی ہی سدا کی شوقین ہے کوک کی، میں بوتل نہیں پیوں گی۔“ چچی نے امی کو مخاطب کیا۔اسوہ مشروب پہ نظریں جمائے سوچوں کا سفر طے کرتے ہوئے بہت پیچھے چلی آئی تھی، جب وہ سات سال کی بچی تھی اور اس کی پھوپھو فخریہ انداز میں کہہ رہی تھیں، یہ اسوہ تو بالکل میری طرح کوک کے بغیر نہیں رہ سکتی۔اس کی پھوپھو ایک شوخ و شنگ لڑکی تھیں۔اسوہ ان کی پہلی بھتیجی اور اوپر سے گلابی گلابی نرم و نازک اتنی پیاری بچی، وہ ہر وقت اسے ساتھ ساتھ لیے پھرتیں۔اس سنگت نے اسوہ میں ان کی تمام عادات سمودی تھیں۔اسوہ کی زندگی کا محور و مرکز برانڈڈ کپڑے جوتے، جیولری بن گئے تھے۔اس کے علاوہ نت نئے فاسٹ فوڈز کھانا اور ہوٹلنگ اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔کوک کی وہ اس حد تک رسیا تھی کہ اسے پانی کی طرح پیتی۔رات کو امی دودھ دیتیں تو اس میں بھی کوک ڈالے بنا نہیں پیتی تھی۔

پھوپھو تو شادی کے بعد پیا دیس سدھار گئیں، مگر اپنے پیچھے اسوہ کی صورت میں جانشین چھوڑ گئیں۔اسوہ گھر کی پہلی بچی ہونے کی وجہ سے نہ صرف اپنے امی بابا بلکہ چچا چچی کی بھی لاڈلی تھی۔سب اس پر جان چھڑکتے تھے۔اس کی ہر خواہش پوری کی جاتی تھی۔اس کے بعد نٹ کھٹ شریر احمد سُدیس کی پیدائش اور اس کے یکے بعد دیگرے چچازاد بہن بھائیوں کی آمد بھی اس کی اہمیت کو کم نہ کر سکی۔اس سب کے ساتھ ساتھ وہ پڑھائی میں بہت اچھی تھی، جب سے اسے علم ہوا تھا کہ بابا کی خواہش تھی کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرے، اس نے پڑھائی کو اپنا جنون بنالیا تھا۔اس نے میٹرک میں ٹاپ کیا تھا۔پچھلے سال اس کی پوزیشن کچھ ڈاؤن گئی تھی، سو اس نے اس بار سر دھڑ کی بازی لگادی تھی۔ابھی کل ہی وہ سیکنڈ ایئر کے امتحانات سے فارغ ہوئی تھی۔

”ارے! کن سوچوں میں گم ہو؟ بوتل کیوں نہیں پی رہی ہو؟ گرم ہو جائے گی۔“ چچی نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلاتی اُٹھ کر کمرے کی طرف چل دی۔چچی کی انتہائی حیرت بھری نظروں نے اس کا دور تک پیچھا کیا۔اس کے کانوں میں ایک ہی بازگشت سنائی دے رہی تھی اور وہ چہرہ نہیں بھلا پا رہی تھی۔”آخر ایسا کیا ہو رہا ہے وہاں؟ وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی؟ اتنا شدید ردِّعمل آخر کیوں؟“ اس نے کچھ دیر سوچا۔اگلے لمحے وہ سُدیس کے کمرے سے لیپ ٹاپ اور ہیڈ فون اٹھا رہی تھی۔ساتھ ہی بلند آواز میں ”امی میں سونے جا رہی ہوں“ کی صدا لگاتے ہوئے امی کو مطلع کیا اور دروازے کو لاک کرتی بیڈ پر بیٹھ گئی۔اب وہ گوگل کی سرچ بار میں Israelibombarmentinguza لکھ رہی تھی، جیسے جیسے وہ سرچ کرتی جا رہی تھی، اس کی آنکھیں کھلتی جا رہی تھیں۔اسکرین پر اسرائیل کی بمباری، فلسطینی مسلمانوں کی شہادت کے دل خراش مناظر صورت بدل بدل کر سامنے چل رہے تھے۔

”اوہ میرے خدایا! یہ سب پچھلے 6 ماہ سے جاری ہے اور میں کتنی بے خبر کیسے!“ اسے یاد آیا کہ نومبر سے کالج میں ٹیسٹ سیشن اسٹارٹ ہو گیا تھا اور اگلے ماہ ہی اکیڈمی میں بھی اور ان دنوں وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر پڑھائی میں جت گئی تھی اور تو اور اس نے سوشل میڈیا سے بھی بائیکاٹ کیے رکھا تھا۔خدا خدا کر کے اس نے فائنل امتحان دیے تھے اور وہ ابھی کل ہی تو فارغ ہوئی تھی۔آج شاپنگ کے لیے گئی تو یہ سب کچھ ہو گیا۔اس کے ذہن میں آج کا واقعہ لہرا گیا، جب وہ اور ماہا (چچازاد) فوڈ کارنر میں بیٹھی پیپسی سے لطف اندوز ہو رہیں تھیں، جب اسکارف میں ملبوس گول مٹول سی بچی ان کے پاس آ کر رُکی۔”اسرائیل غزہ میں فلسطینی بہن بھائیوں کو قتل کر رہا ہے اور ہم یہاں بیٹھے ان کی مدد کر رہے ہیں۔آپ کیوں ان کی چیزیں نہیں چھوڑ رہیں؟ کیا آپ کو دُکھ نہیں ہوتا۔۔۔“ وہ دُکھ و غصے میں لال بھبھوکا چہرا لیے پُرجوش انداز میں بولتی جا رہی تھی، اسوہ دم بخود رہ گئی۔وہ ساکت بیٹھی یک ٹک اسے دیکھتی جا رہی تھی۔ماہا اسوہ کا ہاتھ کھینچتی اسے اٹھا کر لے گئی۔”لوگ ایسے ہی ایموشنل ہو جاتے ہیں۔اب ہم کیا کریں کس کس چیز کو چھوڑیں ہم! ہر چیز تو ان کی ہے۔“ ماہا بے زاری سے گویا ہوئی، مگر اس کے بعد اسوہ کا دل کسی بھی چیز میں نہ لگا۔ماہا نے اس کی بددلی دیکھ کر گھر کی راہ لی۔اس نے واپس توجہ لیپ ٹاپ کی جانب کی جہاں شہ سرخی جگمگا رہی تھی۔

”اسماعیل ہنیہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد تازہ کر دی۔“ وہ چونک گئی اور تفصیلات پڑھنے لگی، جہاں بتایا گیا تھا کہ عید الفطر کے روز اسرائیلی بمباری سے اسماعیل ہنیہ کے تین بیٹے اور چار پوتے پوتی شہید۔۔۔!! باہر رات بھیگتی جا رہی تھی اور اندر اس کا من بھیگتا جا رہا تھا۔اس نے ہیڈ فون اتار پھینکے، آنکھوں سے اُبلتے آنسو گالوں پہ پھسلتے جا رہے تھے۔کمرے میں اس کی سسکیوں کی آواز گونج رہی تھی۔دفعتاً اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا سنائی دیں۔”کیا صبح ہو گئی؟؟“ وہ خود کو گھسیٹتے

بقیہ صفحہ نمبر 30 پر

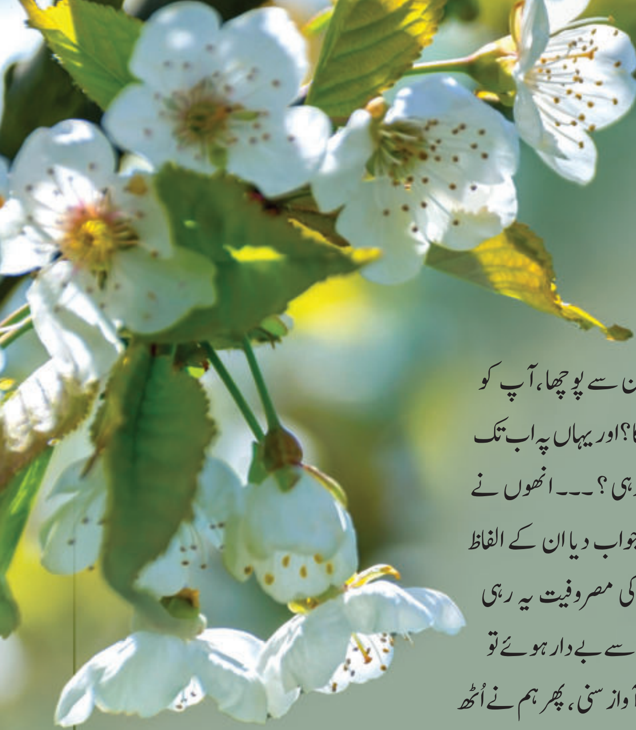

دس باغ

ساجدہ بتول

"ہمارے سوال کا جواب دیا جائے۔" بادشاہ سلامت چلائے تو دربار میں موجود ہر شخص سہم گیا۔

"حضور! میرے پاس ایک تجویز ہے۔" یہ بادشاہ سلامت کا خاص ملازم تھا وقار!

"بتاؤ!" بادشاہ سلامت نے وقار سے وقار کو جواب دیا۔

"حضور! جیسا کہ آپ کے وزیر باتدبیر حاکم خان سفر پہ گئے ہوئے تھے، ان کو آپ کے اس سوال کا علم نہیں ہو سکا، مگر آج وہ سفر سے لوٹ چکے ہیں، اب جبکہ دربار میں سے کوئی بھی اس سوال کا جواب نہیں دے سکا، آپ محترم حاکم خان کو بلوا کر ان سے اس سوال کا جواب معلوم کیجیے۔ اُمید ہے وہ ضرور جواب دیں گے۔

"خوب۔۔۔ بہت خوب!" بادشاہ سلامت مسکرائے۔ "حاکم خان کو طلب کیا جائے۔" جلد ہی حاکم خان آ پہنچا۔

"حاکم خان! ہمارے ایک سوال کا جواب دو، اگر تم نے جواب دے دیا تو ہم اپنے پھلوں والے دس باغ تمہارے نام کر دیں گے۔" حاکم خان کے چہرے پہ لالچ پھیل گیا، وہ لگا سر دھننے اور دماغ بننے۔ دماغ کا بننا اس لیے ضروری لگا کہ وہ بھی وزیر باتدبیر تھا، سمجھ گیا کہ اور کوئی بھی اس سوال کا جواب نہیں دے سکا تو ہی دس باغوں کی قربانی طے ہوئی ہے، جب کوئی اور جواب نہیں دے سکا تو اس کا مطلب ہے سوال ذرا مشکل ہے، لہٰذا اس کے پاس جتنا دماغ موجود ہے، وہ ناکافی ہوگا۔

وقار سمیت باقی سب جی ہی جی میں ہاتھ ملنے لگے۔ وقار کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کا مشورہ حاکم خان کو اس قدر مالدار بھی کر سکتا تھا!! ورنہ وہی کچھ ہاتھ پیر مار کر جواب معلوم کر لیتا، مگر بادشاہ سلامت کو بھی دس باغ دینے کا فیصلہ مجبوری میں کرنا پڑا، ورنہ کہانی کیسے آگے چلتی! تو بھائی! اب کہانی آگے چلانے کے لیے بادشاہ سلامت کو جواب تو پہلے کوئی بھی نہیں دے سکتا، اس لیے بادشاہ سلامت کو دس باغ تو دینا پڑیں گے اور یہ بات جھوٹ بھی نہیں ہے۔

دربار میں موجود تمام درباری اور وزیر و مشیر چہ میگوئیاں کرنے لگے "یہ دس باغ لے اڑے گا" وہ بھی جانتے تھے حاکم خان ذہین ہے، مگر کیا کیا جائے کہ حاکم خان خود کو ذہین نہیں مانتا، کیوں کہ خود کو ذہین کہہ کر ذہین ہونے کی قیمت دینا پڑتی ہے اور پھر ذہین نہ ثابت ہو پانے پہ بے عزتی الگ! اس لیے ذہین لوگ خود کو ذہین نہیں کہتے۔

"جج۔۔۔ جج۔۔۔ جی حضور! آپ سوال پوچھیے؟" حاکم خان خوشی سے کانپتے ہوئے بولا۔

"یہ آج سے ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے، جب پڑوسی ملک کے بادشاہ سلامت سفر کر کے ہمارے ملک آئے اور ہمارے مہمان ہوئے۔ وہ اس وقت تھکے ہوئے تھے۔ ان کو کھانا کھانے اور آرام کرنے کا وقت دیا گیا۔۔۔ اگلے روز ناشتے کے بعد ہماری ان کے ساتھ محفل جمی تو ہم نے ان سے پوچھا، آپ کو ہمارا محل کیسا لگا؟ اور یہاں پہ اب تک کیا مصروفیت رہی؟۔۔۔ انھوں نے نہایت عجیب جواب دیا ان کے الفاظ یہ تھے: "آج کی مصروفیت یہ رہی کہ ہم جب نیند سے بیدار ہوئے تو ایک بہت نرم آواز سنی، پھر ہم نے اُٹھ کر ایک نرم چیز کے ذریعے ایک انتہائی نرم چیز حاصل کی اور کچھ دیر بعد ہم ایک نرم دل والوں کی قدر کرنے والے کے سامنے پہنچے۔ اس کے بعد ہم نے ایک نرم قسم کے دل سے اپنے دل کو سکون پہنچایا۔"

وزیر باتدبیر! ہمیں ان الفاظ کی خاک سمجھ نہ آئی تھی، مگر ہم نے مناسب نہ جانا کہ ان الفاظ کا مطلب ان بادشاہ سلامت سے پوچھیں، اب جبکہ پڑوسی ملک کے بادشاہ سلامت واپس جا چکے ہیں، ہم نے اپنے تمام وزیروں، مشیروں، خادموں اور درباریوں سے اس بات کا مطلب پوچھ لیا ہے، مگر کوئی بھی ہمارے سوال کا جواب نہیں دے سکا۔۔۔ اب دس باغ چاہتے ہو تو سوال کا جواب معلوم کرو، ورنہ ہمیں اپنی ملکیت کی رقم سے دس باغ خرید دینا۔"

"ہائیں!" کئی زبانیں ایک ساتھ بولیں، لیکن دبی آواز میں۔ بھائی! سامنے بادشاہ سلامت تھے۔

"جی حضور! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔" حاکم خان کانپتے ہوئے بولا۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے گھر پہنچا تو اس کے چہرے پہ آدھی خوشی آدھا غم دیکھ کر اس کی بیٹی چونک گئی۔

"ابا جان! خیریت تو ہے نا؟" جواباً حاکم خان نے تمام قصہ کہہ سنایا۔

"بس، اتنی سی بات!!" جویریہ مسکرائی۔

"گویا تم جواب دے سکتی ہو؟" حاکم خان کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

"جی ہاں ابا جان! غور کیجیے۔ ایک مسلمان جب صبح سویرے جاگتا ہے، وہ سب سے پہلے کیا کام کرتا ہے!"

"ظاہر ہے، نماز ادا کرتا ہے۔" حاکم خان حیران سا بولا۔

"جی نہیں، وہ پہلے وضو کرتا ہے۔"

"تو اس سے کیا ہوا؟؟" حاکم خان کی سمجھ میں ابھی بھی کچھ نہیں آیا تھا۔

"خیر! آپ پہلے یہ بتایئے، بادشاہ سلامت نے اس سوال جواب کے لیے دس دس باغوں کی شرط کیوں لگائی؟"

"اس لیے کہ ان کو سوال کا جواب نہیں مل سکا۔" حاکم خان بولا۔

"جی نہیں۔ وہ شرط لگا کر ہر صورت میں جواب اس لیے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کو حسد ہو گیا ہے کہ ان کے محل میں وہ کون ہے، نرم دل والوں کی قدر کرنے والا، جس کو بادشاہ سلامت پر فوقیت دے کر پہلے اس سے ملاقات کی گئی؟ اور پھر اس کی تعریف بھی ان الفاظ میں کی گئی" "بیٹی! تم بہت ذہین ہو۔" حاکم خان نے جویریہ کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

"اب ان الفاظ کا مطلب سنیے!" جویریہ بولی: "پڑوسی ملک کے بادشاہ سلامت نے بے دار ہونے کے بعد جو بہت نرم آواز سنی، وہ اذان کی آواز تھی۔ وہ نرم چیز جس کے ذریعے نرم چیز حاصل کی، انسانی ہاتھ ہے، یعنی بادشاہ سلامت کا ہاتھ۔۔۔ جو انتہائی نرم چیز حاصل کی، وہ پانی تھا، جس سے انھوں نے وضو کیا۔۔۔ نرم دل والوں کی قدر کرنے والے سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں، جن کے سامنے وہ بادشاہ سلامت گئے، یعنی انھوں نے نماز ادا کی اور وہ نرم قسم کا دل جس سے انھوں نے اپنے دل کو سکون پہنچایا، وہ تھی سورہ یٰسین یعنی قرآن پاک کا دل۔"

حاکم خان کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ خوشی کے مارے اس نے بیٹی کا ماتھا چوم لیا، جس کی ذہانت نے آج اس کے دس باغ بچا لیے تھے اور دس باغ نئے بھی دلا دیے تھے، کچھ دیر بعد وہ بادشاہ سلامت کے سوال کا جواب دینے کے لیے ان کے محل کی جانب رواں دواں تھا۔ دس عدد باغ ہتھیانے کے لیے، ہاں جی اور کیا!!!

بقیہ

حقیقی عیدِ قربان

وضو کرنے چل دی۔ نمازِ فجر ادا کرتے ہی وہ بستر پر گر گئی۔ نیند میں بھی وہی مناظر وہی دل سوز آوازیں، اسے بے چین کرتی رہیں۔ ناشتے کے دوران اس کی سرخ متورم آنکھیں اور تکان زدہ وجود کو دیکھ کر سب کو تشویش ہوئی۔ دوپہر تک اسوہ کو بخار نے آ گھیرا۔ وہ بیمار کیا ہوئی ہر کوئی اس کی خبر گیری میں لگ گیا، امی اور چچی جان بار بار اس کے لیے کچھ نہ کچھ بنا کر لا رہی تھیں تو بابا اور چچا الگ متفکر! سدیس اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے اسے لطیفے سناتا۔ اپنوں کی اس محبت پر اس کی آنکھیں بھیگ گئیں، ساتھ ہی دل سے اک ہوک سی اٹھی، آہ! اسماعیل ہنیہ استقامت کا پہاڑ! جن کے خاندان کے 60 افراد شہید ہو چکے۔ اگلی صبح تک اس کا بخار اتر چکا تو اس نے اپنے ضمیر کی آواز کی طرف توجہ کی۔ بس اسوہ بہت ہو چکا اپنی بے خبری پہ ماتم! اب عمل کا وقت آ پہنچا۔

اسرائیلی مصنوعات سے بائیکاٹ کے لیے اٹھائی گئی اسوہ کی آواز پر کسی نے کان نہ دھرے، مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی جو کرنے کا ٹھان لیتی پورا کر کے ہی دم لیتی۔ اس نے سب سے پہلے خود سے آغاز کیا۔ اس کے کپڑے جوتوں اور زیرِ استعمال اکثر چیزوں کے برینڈ اسرائیل کے تھے اور کھانے پینے کی تمام کی تمام اشیا بھی، اسے ڈھیروں شرمندگی نے آ گھیرا۔ اس نے تمام چیزوں کا ڈھیر لگا کر آگ لگا دی اور کوک کے رکھے کارٹن چھری سے کاٹ کر بہا دیے۔ اس کا شدید ردِ عمل دیکھ کر سب دم بخود رہ گئے۔ احمد سدیس اس کا سب سے پہلے ہم نوا بنا، پھر اس کی آل کزن پارٹی نے اس کا ساتھ دیا۔ رحم دل اور شفیق سی امی اور چچی جان کا دل فلسطینیوں کی ویڈیوز اور تصاویر دیکھ کر ہی پگھل گیا۔ اس ماہ گروسری کی لسٹ اسوہ نے خود سر پہ کھڑے ہو کر بنوائی۔ یہاں تک کہ جو بھی کوئی باہر سے چیز لاتا یا لے جاتا اسے اسوہ کی تفتیش کا سامنا کرنا پڑتا۔ وہ اسماعیل ہنیہ سے بے حد متاثر تھی۔ احمد سُدیس نے اس کا نام ہی "اسماعیل ہنیہ کی جانشین" رکھ دیا۔

عیدِ قرباں کی آمد میں دو ہفتے باقی رہ گئے تھے۔ اسوہ اور آل پارٹی نے نئی تجویز پیش کر دی کہ اس عید پر نئے جوتے اور کپڑے نہیں بنوائے جائیں گے اور یوں اس بار ایک خطیر رقم غزہ کے فلسطینی مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیج دی گئی۔ سب سے چھوٹے چچا گاؤں میں رہتے تھے کہ دادی اماں بارہا کوششوں کے باوجود اپنی زمین چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتی تھیں۔ یوں ہر بار عیدِ قرباں پر قربانی گاؤں میں ہی کی جاتی اور ان تک گوشت پہنچ جاتا، مگر اس بار احمد سُدیس کے ساتھ ساتھ اس کے چچازادوں نے باقاعدہ احتجاج شروع کر رکھا تھا کہ وہ بھی اپنے دوستوں کی طرح بکروں کی خاطر مدارت کریں اور گلی محلے میں گھمائیں، پھرائیں، سجائیں گے۔ آخر کار ان کی مان لی گئی اور عید سے ایک ہفتہ قبل ابا جان گاؤں روانہ ہوئے تو امی نے اسوہ کو بھی ساتھ بھیج دیا کہ دادی جان بہت دنوں سے اسے یاد کر رہی تھیں۔ گاؤں پہنچ کر ان کا استقبال بہت اچھے طریقے سے کیا گیا۔ اسوہ کو کھیتوں اور باغات کی سیر کروائی گئی۔ وہاں کے تازہ پھل کھلائے، پھر اس کے ننّھے منّے چچازادوں نے اپنے بکروں سے ملوایا اور ساتھ ساتھ ان کی شان میں قصیدہ گوئی بھی جاری تھی۔ اسوہ کو ہنسی آ گئی۔ ننّھی سی اریبہ نے اسے توتلی آواز میں پوچھا کہ "آپی! کیا آپ کو قربانی والا قصہ پتا ہے؟" پھر اسے خاموش پا کر خود ہی بتانے لگی کہ اسے پتا ہے دادی نے ان کو سنایا تھا۔ شام میں اسوہ نے دادی کی گود میں سر رکھ کر لاڈ سے فرمائش کی کہ وہ اسے بھی قربانی والا قصہ سنائیں۔ دادی جان کے دل نشین انداز میں کھوئی ہوئی اسوہ تصوّر کی آنکھ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنے عزیز از جان بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرتا دیکھ رہی تھی۔ "اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ آسمان سے دنبہ نازل کر دیا، مگر اللہ تعالیٰ کو یہ عمل اتنا پسند آیا کہ اسے سنتِ ابراہیمی قرار دے دیا۔ اس لیے مسلمان ہر سال اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانور قربان کرتے ہیں۔" دادی جان کی آواز اسے تصور سے باہر لے آئی اور اسماعیل ہنیہ نے اس سال عید پر اپنے بیٹوں اور پوتوں کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا اور واقعی اسماعیل ہنیہ آپ عظیم ہیں۔ اس کی آنکھیں ایک بار پھر نم ہو گئیں۔ ان کی دو دن بعد بکروں سمیت واپسی ہوئی۔ گھر پہنچتے ہی بچہ پارٹی نے بکروں کو گھیرے میں لے لیا اور وہ احمد سُدیس کو چھیڑنے لگی "اور سناؤ بھئی! میرے پیچھے تم نے تو اسرائیلی مصنوعات کے خوب مزے اڑائے ہوں گے۔"

"توبہ استغفرُاللہ! ہم ایسا کیسے کر سکتے تھے۔ مجھے تو ہر دم یوں لگتا ہے کہ ابھی اسماعیل ہنیہ کی جانشین آ کر میری گردن پکڑ لے گی، نہ بھئی نہ میری توبہ!" وہ مصنوعی خوف طاری کر کے جھرجھری لیتا بولا تو اس کے جواب پر سب مسکرا دیے۔ وہ سبھی تصوّر میں اپنے بکروں کو قربان ہوتا دیکھ رہے تھے، جن سے سب کو عجیب سی مانوسیت سی ہو گئی تھی۔ اسوہ نے نظریں اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا اور کہا: "ان شاء اللہ! تمام قربانیاں رنگ لائیں گی۔" کیوں کہ زندگی میں پہلی بار وہ سب عیدِ قربان کو قربانی کے حقیقی مفہوم کے ساتھ گزارنے چلے تھے۔

قصّہ ایک بادشاہ کا

بنت مسعود احمد

یوں تو آپ نے کئی بادشاہوں کے قصّے کہانیاں سنی بھی ہوں گی اور پڑھی بھی ہوں گی، مگر آج ہم ایک ایسے بادشاہ کا قصّہ آپ کو پڑھائیں گے جو عام بادشاہوں سے بہت الگ تھے۔ جی بالکل! حیران نہ ہوں، بلکہ آگے پڑھیں پھر خود سمجھ آجائے گا کہ یہ بادشاہ اور بادشاہوں جیسے کیوں نہ تھے تو چلیں! شروع کرتے ہیں۔۔۔

ایک تھا بادشاہ! جو بہت بڑی سلطنت پر بادشاہت کیا کرتا تھا۔ وہ بہت رحم دل اور نیک تھا۔ ایک دن وہ اپنے دربار میں بیٹھا تھا کہ ایک درویش وہاں آیا اور کہنے لگا کہ "مجھے رہنے کے لیے جگہ چاہیے۔" اس کی بات سُن کر بادشاہ سمیت سب ہی کو بڑی حیرت ہوئی۔ بادشاہ کے مصاحبین نے کہا کہ "یہ بادشاہ کا دربار ہے، کوئی سرائے نہیں ہے۔" اس درویش نے ان کی بات سُن کر بادشاہ سے پوچھا کہ "آپ سے پہلے یہاں بادشاہ کون تھا؟ اور اس سے پہلے کون تھا؟ اور آپ کے بعد بادشاہ کون ہوگا؟"

بظاہر تو یہ سوال بڑے عجیب وغریب تھے، مگر بادشاہ ان سوالات کا مطلب خوب سمجھ گیا اور پھر اس کے دل میں فکرِ آخرت پیدا ہو گئی اور ان کا دل عبادت کی طرف مائل ہونے لگا اور یہ خیال آنے لگا کہ میرے پاس اتنی ڈھیر ساری دولت ہے، زندگی میں ہر طرح کی آسانیاں میسّر ہیں۔ شاہی بستر پر چین کی نیند سوتا ہوں، لیکن پھر بھی کوئی کمی اب دل کو بے چین کیے رکھتی ہے۔ وہ کمی کیا تھی؟ وہ سمجھ نہ پاتے۔ تہجد میں اٹھتے اللہ کے سامنے روتے۔۔۔ وہ اللہ کی محبت پانا چاہتے تھے۔

ایک رات محل میں آرام فرما رہے تھے کہ اچانک انھیں محل کی چھت پر کسی کے چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ اُٹھے اور جا کر دیکھا تو ایک شخص محل کی چھت پر کچھ تلاش کر رہا تھا۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ اتنے پہروں کے ہوتے ہوئے یہ محل کی چھت پر کیسے آ گیا۔ بادشاہ سلامت آگے بڑھے اور اس کو اپنی طرف متوجّہ کر کے بولے۔

"تم یہاں کیسے آگئے اور کس کو تلاش کرنے میں سرگرداں ہو؟"

"بادشاہ سلامت! ہمارا اونٹ کھو گیا ہے، ہم وہی تلاش کر رہے ہیں۔"

"احمق انسان! اونٹ بھی بھلا چھت پر اتنی آسانی سے چڑھ سکتا ہے، وہ بھی شاہی محل کی چھت پر۔۔۔ آپ کی تلاش بیکار ہے۔" ابھی بادشاہ یہ کہہ کر خاموش ہوئے تھے کہ وہ شخص بول پڑا۔

"شاہی محل کی چھت پر جب ایک اونٹ نہیں مل سکتا تو آپ محل میں اللہ کی محبت کیسے پا سکتے ہیں۔" بادشاہ اس شخص کی بات سُن کر ششدر رہ گیا کہ یہ کیسے میرے دل کی بات جانتا ہے۔۔۔ وہ شخص اپنی بات کہہ کر بادشاہ کے لیے اللہ کی محبت پانے کا ایک راستہ سجھا گیا۔

بادشاہ نے اُسی وقت شاہی لباس اُتار کر ایک گُدڑی پہن لی اور رات ہی رات میں جنگل بیاباں کی طرف جانکلے اور جنگل میں رہ کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔

انہی بادشاہ کے لیے اللہ پاک نے افطار کے وقت دس طاق جس میں انواع واقسام کے کھانے تھے، عالمِ غیب سے نازل کیے۔ اسی جنگل میں ایک اور درویش اس بادشاہ سے کئی سال پہلے سے عبادت میں مشغول تھے، انھوں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ "یا اللہ! میں بھی تیری عبادت میں مشغول ہوں، لیکن یہ نعمت مجھے عطا نہیں ہوئی، اس کو کیوں عطا ہوئی؟" تو ندا آئی کہ "تو مفلسی کے عالم میں میری عبادت میں مشغول ہے، لیکن وہ بادشاہی چھوڑ کر ہماری بارگاہ میں حاضر ہوا ہے۔ اس کا مقام دوسرے درویشوں سے الگ ہے۔"

بادشاہ نے اللہ کی خاطر اتنی بڑی سلطنت چھوڑ دی، اس کے بدلے میں اللہ پاک نے یہ حوصلہ افزائی اور مہمانی کی۔

وہاں سلطنت میں ہر کوئی بادشاہ کی اچانک گمشدگی سے نہایت افسردہ تھا، مگر بہت تلاش کرنے پر بھی بادشاہ کا سراغ نہ مل سکا۔

کافی عرصے بعد ایک دن وزیر نے ایک درویش کو دریا کے کنارے بیٹھے دیکھا جو اپنی لوہے کی سوئی سے کچھ سی رہا تھا۔ اس نے غور کیا تو فوراً پہچان گیا کہ یہ تو بادشاہ سلامت ہیں، ان کا حلیہ دیکھ کر اسے تعجب ہوا، بادشاہت چھوڑ کر فقیری اپنالی۔ اس کے دل میں خیال آیا یہ تو بادشاہ سلامت نے بڑے ہی گھاٹے کا سودا کر لیا۔ عیش وعشرت مال ودولت چھوڑ کر ایسی غربت میں گزر بسر کر رہے ہیں۔

ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ بادشاہ کے ہاتھ سے سوئی چھوٹ کر پانی میں جا گری۔

اس پر انھوں نے دریا کی طرف رُخ کر کے یہ کہا کہ "میری سوئی واپس کرو۔" تو سو مچھلیاں منہ میں سونے کی سوئی لے کر کنارے پر آ گئیں۔ یہ منظر دیکھ کر وزیر کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ یہ کیا تھا؟ اسے یقین کرنا مشکل تھا، مگر جو کچھ تھا وہ کوئی خواب نہیں تھا، بلکہ حقیقت تھی۔

اتنے میں انھوں نے مچھلیوں سے کہا: "مجھے میری سوئی لا کر دو۔" ان کی بات سُن کر ایک مچھلی نے پانی میں ڈبکی لگائی اور منہ میں وہی لوہے کی سوئی انھیں لا کر دے دی، جس سے وہ اپنی گُدڑی سی رہے تھے۔

یہ سچ ہے کہ جب کوئی اللہ کے لیے کوئی قربانی دیتا ہے تو اللہ بدلے میں اسے ڈھیر سارے انعامات سے نوازتا ہے۔

اسی طرح سلطنت بلخ کے بادشاہ نے جب بادشاہی چھوڑ کر اللہ کو پانے کی جستجو کی تو اللہ نے بھی انھیں نہ صرف اپنی محبت سے نوازا، بلکہ ان پر انعام واکرام کی بارش کر دی۔

تھے نا یہ بادشاہ اور بادشاہوں سے الگ؟ یقیناً آپ جاننا چاہیں گے کہ یہ بادشاہ کون تھے؟ یہ اللہ کے بہت بڑے ولی حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن کا حسب نامہ پانچویں پشت پر فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

آیت الکرسی کا کمال

افراح رفیق

ردا اپنی نصابی کُتب کا مطالعہ کر رہی تھی، وہ بارہویں جماعت کی ایک محنتی طالبہ تھی، اسے معلوماتی کُتب پڑھنے کا بہت شوق تھا، کتابوں میں گم ہوتی تو لگتا شاید اب گمشدہ مل نہیں سکتی، سب سے بڑی بہن تھی، احمد اور فاطمہ دونوں چھوٹے لڑتے تو لڑتے ہی رہتے مگر محبت بھی آپس میں بہت تھی، لیکن اس وقت وہ اوٹ پٹانگ حرکتوں اور شرارتوں میں مشغول تھے۔

اتنے میں ابو کی آواز آئی جو چھت پر چارپائی پر سونے کے ارادے سے لیٹے ہوئے تھے، مگر نیچے ان کے شور و غل سے نیند کہاں آنی تھی۔

"چلو چلو! جلدی سو جاؤ، 11 بج گئے ہیں۔" ابو بہت غصّہ میں تھے۔ ابو کا اتنا کہنا تھا کہ وہ دونوں ایسے غائب ہوئے، جیسے گدھے کے سر سے سینگ،، رانیہ بھی اپنا ہوم ورک مکمل کر چکی تھی، وہ اپنی کتابیں و قلم سمیٹتے ہوئے بولی: چلو بھئی! میں تو چلی۔

اوہ ہو! ردا سر پر ہاتھ مارتے ہوئے۔ کیا ہوا ردا آپی؟

کل تو میری اسپیچ ہے کلاس میں اور میں نے کوئی موضوع بھی نہیں سوچا، میں نے عارف چاچو کی سائڈ سے کتاب لانی تھی۔۔۔ ردا پریشانی کے عالم میں بولتی چلی جا رہی تھی۔ (عارف اور عادل دونوں بھائی الگ الگ گھروں میں ایک ساتھ رہتے تھے۔ درمیان میں دیوار لیکن ضرورت کے وقت اِدھر اُدھر جانے کے لیے اس دیوار میں کھڑکی نما دروازہ تھا۔ یہ چوں کہ گرمیوں کے دن تھے، اس لیے سب چھت پر ہی سوتے تھے۔ رات کے وقت نیچے کوئی بھی نہیں ہوتا تھا۔)

ارے بھئی! صبح جلدی اٹھ کے دیکھ لینا۔

نہیں تم ابھی چلو میرے ساتھ۔

اچھا بھئی! دونوں عارف چاچو کے کمرے میں داخل ہوئیں، ردا کتابیں چھاننے لگی اور رانیہ وہیں کمرے میں ہی لیٹ گئی اور اسے نیند آ گئی، تھوڑی دیر کے بعد رانیہ نے ہاتھ میں بندھی گھڑی کو دیکھا تو وہ 12 بجا رہی تھی۔ آپی میں جا رہی ہوں، بہت نیند آ رہی ہے، ساتھ ہی ٹائم بھی بتا دیا۔

اچھا تم جاؤ میں بس تھوڑی دیر میں آئی۔

رانیہ کے جانے کے بعد لائٹ بھی چلی گئی۔ اب ردا گھپ اندھیرے کمرے میں تنہا تھی۔

اس نے کمرے سے چیں، چیں، ایک آواز سنی۔ جیسے چارپائی پر کوئی اٹھ بیٹھ رہا ہو۔

وہ خوف محسوس کرنے لگی۔ اس نے کمرے سے باہر جانا چاہا مگر اسے دو سرخ، خوفناک آنکھیں دکھائی دیں جو اندھیرے میں مزید چمک رہی تھیں، اس کے پیروں تلے زمین نکل گئی، وہ قدم باہر کی طرف بڑھا رہی تھی مگر وہ پیچھے کی جانب اٹھ رہے تھے، وہ چیخنا چاہ رہی تھی مگر اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی، گویا کوئی اس کا گلا دبا رہا ہو، پھر کمرے کا بلب کبھی آن ہوتا اور کبھی آف، جب بلب جلتا تو نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھیں بند ہو جاتیں اور وہ کچھ دیکھ نہیں پاتی، اچانک ایک شخص سفید لباس اور سفید ٹوپی میں اس کے سامنے کھڑا تھا، اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا، لمبے لمبے اور سرخ دانت جیسے خون پیا ہو، اسے دیکھ کر ردا کی حالت ایسی تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں، وہ بھاگنے لگی تو اس کے پاؤں لڑکھڑا گئے اور وہ گر گئی، وہ پھر اٹھی اور چھت کی طرف دوڑنے لگی، اس نے سیڑھی پر پاؤں رکھا اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ شخص اس کے پیچھے پیچھے تھا، اس خوف سے وہ پھر گر گئی، اب وہ اس کے بہت قریب آ چکا تھا، سیڑھی کے ساتھ ہی دروازہ تھا، وہ دروازے کی جانب لپکی اور بغیر رکے بھاگتی رہی وہ ایک سنسان رستے کی طرف بھاگ رہی تھی، جہاں نہ بندہ نہ بندے کی ذات، آگے بہت اندھیرا تھا، وہ جنگل میں پہنچ چکی تھی جنگل میں کتے اور گیدڑ کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھیں، وہ نہیں جانتی تھی کہ اب کہاں جانا ہے۔ ہو ہو آ آ ہا! ہو ہو آ آ ہا!

وہ مڑی تو اس کے پیچھے بہت سی الٹے پاؤں، لمبے اور نوکیلے دانتوں والیاں، آنکھوں سے خون بہہ رہا تھا، لمبے لمبے ناخن جو ردا کی طرف بڑھا رہی تھیں وہ رونے لگی پلیز مجھے چھوڑ دو، ہاہاہاہاہاہا

وہ زور زور سے ہنسنے لگیں، ہمیں تمہارا خون پینا ہے بھولی لڑکی! وہ رو رہی تھی، چیخ و چلا رہی تھی، مگر اس کی مدد کے لیے کوئی نہیں آ رہا تھا، اس نے کچھ سوچے بغیر ایک لکڑی اٹھائی اور ان کے دے ماری وہ پیچھے ہٹنے کی بجائے اور آگے آ گئیں کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی جا رہی تھیں اچانک اسے یاد آیا کہ آیت الکرسی ان کا توڑ ہے۔

اس نے آیت الکرسی مکمل یقین سے پڑھی اور پڑھتی ہی گئی ایک کے بعد ایک چڑیل چیخیں مارتی ہوئی زمین بوس ہو رہی تھی، اے لڑکی! ہم تمہیں چھوڑیں گے نہیں، رک جاؤ، تم اپنی زبان کو روک لو وہ چلّا رہی تھیں، مگر ردا نہیں رکی، اس طرح ردا نے اپنی جان بچائی اور فجر سے پہلے وہ گھر پہنچ گئی ساری حقیقت ردا نے اپنے گھر والوں کو بتائی، میری بچی! میری ردا! عالیہ بیگم تو ردا کو گلے لگا کر رونے لگی۔

بیت السلام ٹیک پارک

BAITUSSALAM
TECH PARK

Free of Cost

PSDC Professional Software Development Certification

JS

TS

React

node JS

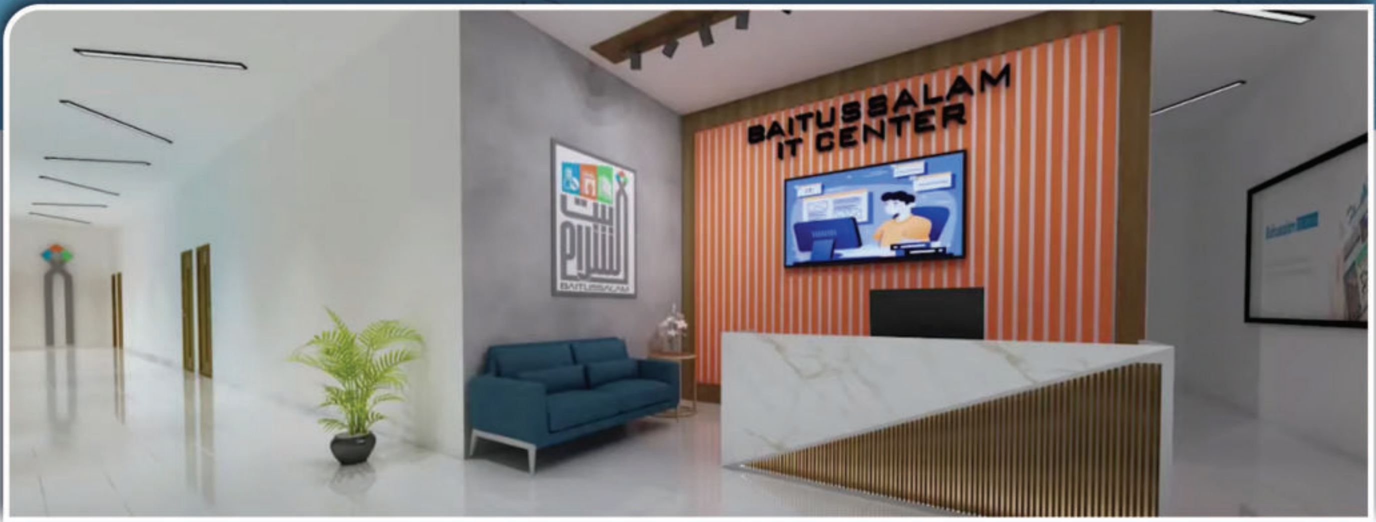

Follow us
BaitussalamWelfareTrust

UAN
+92 21 111 298 111

Visit
Baitussalam.org

قربانی کی روح

حمیرا علیم

"امی، امی! ہم نے بھی بیل لیناہے۔" عبداللہ، ہالہ اور عبدالہادی تینوں نے اسکول سے گھر آتے ہی بستے لاؤنج میں رکھ کر چلانا شروع کر دیا۔

"نہ سلام، نہ دعا، بس بیل لیناہے، یہ کیا بات ہوئی بھلا؟" دادو جو صوفے پہ بیٹھی قرآنِ پاک پڑھ رہی تھیں، بولیں تو وہ شرمندگی سے بولے۔

"السلام علیکم!"

"وہ، دادو! کعب کے گھر کے باہر ایک بیل اور دو بکرے بندھے ہوئے ہیں، بس وہی دیکھ کر انھیں دورہ پڑگیاہے۔" ہالہ نے جو میٹرک کی طالبہ تھی، بتایا تو امی نے کھانا ٹیبل پہ لگاتے ہوئے حکم دیا۔

"ابھی تو سب فریش ہو کر کھانا کھالو، پھر بات کرتے ہیں۔" سب اپنے کمروں میں چلے گئے۔ کھانا کھانے کے بعد دادو نے انھیں اپنے کمرے میں آنے کا کہا، جب وہ تینوں ان کے کمرے میں پہنچے تو دادو نے انھیں بستر پہ اپنے پاس بٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"ذرا یہ تو بتاؤ کہ عیدالاضحیٰ کا مطلب کیا ہے؟"

"دادو! ہم ابراہیم علیہ السلام کی سنت پوری کرتے ہوئے قربانی کرتے ہیں۔" ہالہ نے جواب دیا تو دادو گویا ہوئیں۔

"بالکل ٹھیک! لیکن اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ مقابلہ بازی شروع کر دیں، اگر کوئی ایک لاکھ کا بیل لے کر آیا ہے تو ہم سوا لاکھ کا لیں گے، تبھی قربانی ہوگی ورنہ نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے گوشت کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ وہ تو نیت دیکھتے ہیں کہ کس نے اور کتنے خلوص اور پیار سے میرا حکم ماناہے۔ وہ حدیث تو سنی ہو گی تم لوگوں نے کہ اللہ تعالیٰ صدقے میں دی گئی ایک کھجور کی گٹھلی کو بھی ایسے بڑھاتے ہیں کہ وہ اُحد پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے تو بیٹا! جس کی جتنی استطاعت ہوتی ہے، اتنی قربانی وہ کر سکتا ہے نا اور اللہ تعالیٰ سے بہتر ہمارے حالات کو کون جانتا ہے؟ اس لیے اگر تمہارے بابا بیل نہیں خرید سکتے ہیں تو کیا قربانی ہی نہ کریں؟" دادو نے استفسار کیا تو عبداللہ اور عبدالہادی نے شرمندگی سے سر جھکا دیے۔

"تم لوگوں نے اسلامیات میں پڑھا ہے نا کہ غزوۂ تبوک کے موقع پہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا سامان لے آئے تھے، حتیٰ کہ اپنا لباس بھی اور خود ٹاٹ کا بوریا پہن لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر فرمایا تھا: "میں اُن سے راضی ہو چکا ہوں، جس طرح وہ مجھ سے راضی ہے اور اللہ کو ان کا لباس اتنا پسند آیا کہ اللہ کے حکم سے تمام حاملینِ عرش بھی وہی لباس پہنے ہوئے تھے، جو آپ کے صدیق رضی اللہ عنہ نے پہنا۔"

وہ سامان چند چیزوں پر مشتمل تھا، مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیت ایسی عمدہ اور اعلیٰ درجے کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے رضا کی سند دی اور فرشتوں نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا لباس پہن لیا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا دادو! کہ اگر ہم ایک چھوٹا سا بکرا بھی خریدتے ہیں اور ہمارا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں تو ہمیں بھی بہت سارا ثواب ملے گا؟"

عبدالہادی نے جو صرف پانچ سال کا تھا، اپنی سمجھ کے مطابق سوال کیا تو دادو نے اسے پیار کرتے ہوئے جواب دیا: "بالکل میرا بچہ! اب تم لوگ جاؤ، ہوم ورک کرو، میں اب آرام کروں گی۔"

شام میں عبداللہ اور عبدالہادی بابا کے ساتھ جا کر ایک اچھا سا بکرا خرید لائے اور بڑے فخر سے اسے ساری گلی میں گھمایا۔ دو دن بعد عید تھی، لہٰذا دونوں بھائیوں نے بکرے کی خوب خدمت کی، کبھی اسے چارا کھلاتے تو کبھی پانی پلاتے اور کبھی باہر گھمانے لے جاتے۔

عید والے دن دونوں صبح اٹھے، تیار ہو کر بابا کے ساتھ نماز پڑھنے گئے، واپس آ کر امی، ہالہ اور دادو سے عید ملی، پھر کپڑے تبدیل کر کے بابا کے ساتھ قربانی کے لیے تیاری کرنے لگے۔ چھریاں، بغدے، چٹائی، پانی کی بالٹی، تھال سب صحن میں رکھا اور بکرے کو لے کر آئے۔ بابا نے بکرا ذبح کیا، پھر گوشت کاٹ کے دادو اور امی کے حوالے کر دیا۔

"لو بھئی! میں تو تھک گیا۔ اب تم لوگ بانٹو اسے اور ذرا کلیجی پکا کر مجھے کھانا دے دو۔" بابا نے امی سے کہا اور نہانے چل دیے تو عبداللہ نے پوچھا۔

"امی! بابا نے کلیجی پکانے کا کیوں کہا؟"

"وہ اس لیے بیٹا! کہ نبی ﷺ عید قرباں پہ کلیجی کھایا کرتے تھے۔"

"اچھا! جیسے یکم ذی الحج سے پہلے ناخن اور بال وغیرہ کاٹ لینے چاہییں، ورنہ پھر قربانی کرنے کے بعد کاٹنے کی سنت ہے، ویسے ہی یہ بھی سنت ہے۔"

"جی ہاں! اب تم دونوں جاؤ اور جن لوگوں کے گھر قربانی نہیں ہوئی گوشت دے آؤ۔" ہالہ نے کہا تو عبدالہادی بولا: "صرف ان کے ہاں ہی کیوں؟ سب کو کیوں نہیں؟"

"کیوں کہ جن کے گھر میں قربانی ہوئی ہے، ان کے ہاں تو گوشت ہے نا اور جن کے ہاں نہیں ہوئی، ان کو بھی تو ملنا چاہیے نا! چلو زیادہ باتیں نہ کرو اور فوراً جاؤ۔" یہ کہہ کر ہالہ نے انھیں پلیٹ پکڑا کر باہر بھیج دیا۔ کچھ دیر بعد دونوں واپس آئے تو بہت خوش تھے۔

باجی! آپ نے بالکل ٹھیک کہا تھا، جب ہم گوشت بانٹنے گئے تو میرا دوست ہے نا حامد! جس کے بابا کچھ دن پہلے فوت ہو گئے تھے، ہم ان کے دروازے کے باہر کھڑے تھے تو ہم نے سنا حامد کے چھوٹے بھائی کے رونے کی آواز سنی کہ اسے گوشت ہی کھانا ہے اور آنٹی اسے سمجھا رہی تھیں کہ "ابھی اللہ تعالیٰ گوشت بھیجیں گے تو میں اپنے بیٹے کو پکا کر کھلاؤں گی، ان شاء اللہ!!" جب ہم نے دروازہ بجا کر پلیٹ دی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ انھوں نے ہمیں پیار کیا اور شکریہ ادا کیا۔ امی کیا میں اپنے حصے میں سے ایک اور پلیٹ ان کو دے آؤں؟"

عبدالہادی نے جھٹ سے کہا، تاکہ ماں برا نہ مان جائیں۔

امی نے ہنستے ہوئے جواب دیا: "کیوں نہیں بیٹا! یہ سب تمہارا ہی حصہ ہے، جتنا مرضی دے آؤ۔" عبدالہادی نے خوش ہو کر ایک پلیٹ بھری اور دوبارہ اشعج کے گھر کی طرف چل دیا۔ دادو نے خوشی سے اپنے پوتے کو دیکھا اور بہو سے بولیں: "شکر ہے، میرے بچوں کو عید قربان کی روح سمجھ آگئی کہ یہ موقع اپنی ضروریات اور خواہشات پہ دوسروں کو ترجیح دینے کا ہے۔ ان شاء اللہ! یہ ضرور ابراہیم علیہ السلام اور محمد ﷺ کی تمام سنتوں پر عمل کریں گے۔"

"ان شاء اللہ!" ہالہ اور امی نے کہا اور کھانا بنانے لگ گئیں۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ

بنت تاجور

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں اور بہت پرانے پکے مؤمن ہیں۔ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں ان کا چھٹا نمبر تھا، اسی لیے "سادس الاسلام" کہلاتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبیلہ بنی تمیم کی ایک عورت نے خرید کر آزاد کر دیا تھا، اس لیے یہ تمیمی کہلاتے ہیں۔

ان کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ یہ صحابیِ رسول ﷺ زمانۂ جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کیے گئے۔ غلاموں کے بازار میں مختلف لوگوں کے ہاتھوں فروخت ہوتے آخر مکہ مکرمہ آ پہنچے، جہاں اُمِّ نمار نامی عورت نے اُنھیں خرید کر غلام بنالیا، لیکن کچھ ہی دنوں میں اُمِّ نمار نے محسوس کر لیا کہ یہ غلام کوئی عام انسان نہیں، بلکہ کم عمری میں بھی نہایت سمجھ دار اور عقل مند ہے۔ اس قابل ہونہار غلام سے زیادہ سے زیادہ کمانے کے چکر میں اُمِّ نمار نے اس غلام کو شہر کے مشہور لوہار کے پاس کام سیکھنے کے لیے بیٹھا دیا۔

عرب معاشرے میں تلوار کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ اِس سمجھ دار اور ہنر مند غلام نے بہت جلد تلوار سازی میں مہارت حاصل کر لی۔ تو اُمِّ نمار نے ایک دکان اُن کے حوالے کر دی۔ یہ غلام اپنی ایمان داری و دیانت داری اور قابلیت سے پورے مکہ مکرمہ میں مشہور ہوگئے۔ اُنھیں جب بھی فرصت ملتی تو یہ تنہائی میں خوب غور و فکر کرتے، یہ سوچتے رہتے کہ کفر کا انجام کیا ہوگا؟ پھر یوں ہی اُن کے دل میں شدّت سے یہ خواہش پیدا ہوتی کہ اے کاش! میں اس جہالت کے اندھیروں میں نور کو طلوع ہوتا دیکھوں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حکم سے ان کی یہ اوّلین خواہش پوری ہونے میں کچھ دیر نہ لگی اور محمدِ عربی مکی ومدنی ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ ادھر جوں ہی انھیں خبر ملی تو فوراً ہی زید بن ارقم کے گھر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پناہ گزین ہونے کے قبل پیارے نبی ﷺ کی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے دل کو نورِ ایمان سے منوّر کر کے کلمۂ شہادت پڑھ کر صاحبِ ایمان ہوگئے۔

آپ یقیناً یہ جاننا چاہیں گے کہ سب سے پہلے دعوتِ اسلام قبول کرنے والے پانچ خوش نصیب افراد میں چھٹے نمبر پر کون تھے؟

یہ اولوالعزم اور بلند حوصلہ صحابیِ رسول ﷺ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ہیں۔ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاص بات یہ تھی کہ غلام ہونے کے باوجود انھوں نے اپنا ایمان چھپایا نہیں۔ ان کے ایمان لانے کی خبر سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آقا اُمِّ نمار غصے میں آگ بگولہ ہوگئی اور اپنے بھائی کے ساتھ مل کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راہِ حق سے ہٹنے پر مجبور کیا، مگر یہ مردِ مجاہد حق پر ڈٹے رہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی طرح طرح کی اذیتوں اور عذابوں میں مبتلا کیا۔

زہے نصیبی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا، مگر اظہارِ تعزیرات مکہ میں ایسا شدید جرم تھا، جس کی سزا میں مال و دولت، ننگ و ناموس ہر چیز سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا، لیکن سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی مطلق پروانہ کی اور ببانگِ دُہل اپنے اسلام کا کھل کر اظہار کیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ غلام تھے، اسی لیے کوئی بھی ان کا حامی و مددگار نہ تھا، کفار نے ان کو مشقِ ستم بنالیا اور ان کو بڑی دردناک سزائیں دیتے تھے، وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ننگی پیٹھ کے بل دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر سینے پر ایک بھاری پتھر رکھ دیتے، پھر ایک آدمی اُوپر سے مسلتا اور وہ اس وقت تک ان انگاروں پر کباب ہوتے رہتے، جب تک خود زخموں کی چربی پگھل کر آگ کو نہ بجھاتی، لیکن سبحان اللہ اس سختی کے باوجود وہ زبان کلمۂ حق سے نہ پھرے۔ پیارے نبی رحمۃ اللعالمین ﷺ اس کسم پُرسی کی حالت میں تالیفِ قلب فرماتے تھے، لیکن ان کے آقا اتنے سنگ دل اور جلّاد تھے کہ وہ ان کے لیے اتنا سہارا بھی نہ برداشت کر سکے اور اس کی سزا میں لوہا آگ میں تپا کر اس سے ان کا سر داغ دیا۔ اللہ اکبر! اس حالتِ زار میں انھوں نے پیارے آقا ﷺ سے عرض کرتے ہوئے کہ "میرے لیے بارگاہِ ایزدی میں دعا فرمایئے کہ وہ مجھ کو اس عذاب سے نجات دے۔"

آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ "خدایا! خباب کی مدد کر۔" جب اس جسمانی سزا سے بھی بے رحم آقا کے انتقام کی بھڑکتی آگ سرد نہ پڑی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مالی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ عاص بن وائل کے ذمّے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرض تھا، حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قرض کی واپسی کا تقاضا کرتے تو وہ جواب دیتا کہ "جب تک محمد ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑو گے، اس وقت تک نہیں مل سکتا۔"

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے خوفی سے جواب دیتے کہ "جب تک مر کر دوبارہ زندہ نہ ہو گے، میں محمد ﷺ سے الگ نہیں ہو سکتا۔"

وہ کہتا: "اچھا! میں مر کر پھر زندہ ہوں گا اور مجھ کو مال اور اولاد ملے گی، اس وقت تمہارا قرض دوں گا۔"

ظلم سہتے سہتے تیرہ سال بعد آخر کار انھیں ہجرت کی اجازت ملی اور حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منوّرہ جا پہنچے۔ انھوں نے تمام غزوات میں شرکت کی۔ اللہ کے مظلوم بندوں اور

حضرت سلیمان علیہ السّلام مشہور پیغمبر حضرت داؤد علیہ السّلام کے بیٹے ہیں۔ آپ علیہ السّلام یروشلم میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد کو پیغمبری کے ساتھ ساتھ بادشاہت بھی عطا کی تھی۔ آپ علیہ السّلام بچپن ہی سے عقل مند اور سمجھ دار تھے، جس کی وجہ سے ریاست کے اہم کاموں میں حضرت داؤد علیہ السّلام آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السّلام کی وفات کے بعد تیرہ سال کی عمر میں آپ بنی اسرائیل کی قوم کے بادشاہ بنے۔ نبوت اور سلطنت کے ساتھ اللہ پاک نے آپ علیہ السّلام کو بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ علیہ السّلام نہ صرف پرندوں اور جانوروں کی بولیاں سمجھتے تھے، بلکہ سب آپ کے فرماں بردار تھے، آپ جو خدمت چاہتے اُن سے لے لیا کرتے تھے۔ اسی طرح جنّات کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے تابع کر دیا تھا، بڑے سے بڑا جن بھی آپ کے حکم کا غلام تھا۔ آپ ان جنّات سے بڑی محنت و مشقّت کے کام لیتے تھے، جنّاتوں نے آپ کے حکم سے بڑے بڑے محل،

دولت اور علم آپ کے سامنے رکھے اور انتخاب کا حکم دیا، آپ نے علم کو منتخب کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے انتخاب پر خوشی کا اظہار کیا اور آپ علیہ السّلام کو عظیم الشّان بادشاہت اور بے بہا دولت عطا کی، آپ کا بہت وسیع اور شاندار محل تھا۔ ہوائی تخت کی طرح ہاتھی دانت کی ایک کرسی تھی، جو قیمتی پتھروں سے سجی ہوئی تھی۔ اس کرسی کے چاروں طرف سونے کے کھجور کے درخت تھے۔ کرسی کے تین درجے تھے، دوسرے درجے میں سونے کے صنوبر کے درخت تھے۔ کرسی کے اعلیٰ درجے پر دو سونے کے دائیں بائیں بہت بڑے بڑے شیر بنے ہوئے تھے، ان کے اندر مشک و عنبر ہوتا، جب آپ علیہ السّلام کرسی پر آتے تو شیر حرکت کرتے، ان کے گھومنے سے مشک و عنبر چاروں طرف چھڑک جاتا، جب آپ بیٹھ جاتے تو ایک بڑا سا گِدھ آپ کا تاج لا کر آپ کے سر پر رکھتا، ایک سونے کا کبوتر آسمانی کتاب توریت اُٹھا کر آپ کے ہاتھ میں دیتا اور آپ تلاوت فرماتے۔ دو سونے کے منبر ہوتے، ایک پر آپ کے

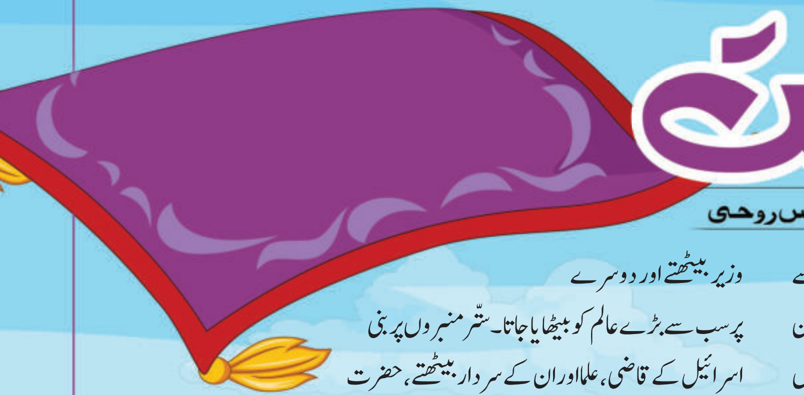

ہوائی تخت

ڈاکٹر الماس روحی

قلعے، باغات اور عبادت گاہیں تعمیر کیں۔ آخر میں بیت المقدس کی تعمیر بھی آپ کے حکم سے جنّات نے کی، جن آپ کے حکم سے پتھر اور موتی سمندر کے اندر سے نکال کر لاتے اور ان تعمیرات میں لگاتے، حضرت سلیمان علیہ السّلام کا لشکر تین چار قسم کا ہوتا تھا، انسانوں، جنّاتوں، جانوروں اور پرندوں پر مشتمل لشکر ایک بہت بڑے تخت پر سوار ہوتا تھا۔ یہ تخت قیمتی لکڑی سے بنایا گیا تھا، اس تخت پر چھ ہزار کرسیاں رکھی گئی تھی، یہ تخت ایک دن میں دو مہینے کا سفر طے کرتا تھا۔ صبح سے دوپہر تک ایک ماہ کا سفر ہوتا اور دوپہر سے شام ایک مہینے کا، اس تخت پر آپ کے ساتھ عمائدینِ سلطنت، لونڈیاں، غلام، اہلِ خانہ، جنّات، جانور اور پرندے سوار ہوتے تھے۔ یہ تخت ہوا کے دوش پر اُڑتا تھا، ہوا آپ کے حکم کے تابع تھی، جب سب بیٹھ جاتے تو آپ علیہ السّلام پرندوں کو حکم دیتے، وہ اپنے پروں سے بیٹھنے والوں پر سایہ کریں، تاکہ سورج کی روشنی سے بیٹھنے والوں کو تکلیف نہ ہو، یہ ہوائی تخت، تختِ طاؤس بھی کہلاتا ہے۔ اپنے ہوائی سفر کے دوران آپ سونے کے منبر پر سر جھکا کے بیٹھتے، دائیں بائیں نہ دیکھتے اور اللہ کی حمد و ثنا کرتے، ہوا تخت کو اُسی جگہ پہنچا دیتی تھی، جس جگہ کا آپ اُسے حکم دیتے تھے، یوں یمن سے شام تک کا سفر آدھے دن میں طے ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بادشاہت،

وزیر بیٹھتے اور دوسرے پر سب سے بڑے عالم کو بیٹھایا جاتا۔ ستّر منبروں پر بنی اسرائیل کے قاضی، علما اور ان کے سردار بیٹھتے، حضرت سلیمان علیہ السّلام نے چالیس سال حکومت کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السّلام پر عظیم احسانات کیے، بے انتہا دولت و ثروت کے باوجود اپنی ذاتی زندگی سادہ گزاری، وہ بے شمار دولت جو اللہ پاک نے آپ کو عطا کی مخلوق خدا کے لیے صرف کرتے اور اپنی روزی اپنے ہاتھ سے ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔

مشکل الفاظ	معانی	مشکل الفاظ	معانی
ریاست	ملک	مشورہ	صلاح
تابع	فرماں بردار	اہلِ خانہ	گھر والے
حمد و ثنا	اللہ پاک کی تعریف	مشک و عنب	خوش بو
عمائدین	سلطنت عہدیدار	انتخاب	چننا
وسیع	بڑا		

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پیاروں پر ظلم کرنے والے ان بے رحم اور ظالم لوگوں کا بہت برا انجام ہوا۔

اللہ کے حبیب اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دنیا سے رخصت فرمانے کے بعد حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ سے گویا دانہ پانی اُٹھ گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹوٹے دل کے ساتھ کوفہ میں جا کر مقیم ہو گئے اور وہیں بیمار پڑ گئے۔

کچھ لوگ عیادت کرنے کو آئے اور کہا: "ابو عبداللہ! تم کو خوش ہونا چاہیے، کل تک اپنے ساتھیوں سے مل جاؤ گے۔" یہ سُن کر رِقّت طاری ہو گئی، فرمایا: "میں موت سے نہیں گھبراتا، تم لوگوں نے ایسے لوگوں کو یاد دلایا جو اس دنیا سے اجر کے مستحق اُٹھے، مجھ کو خوف ہے کہ کہیں ثوابِ آخرت کے بدلہ میں مجھ کو یہ دنیا نہ ملی ہو۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 37ھ میں تہتّر برس کی عمر میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

ان کی وصیت کے مطابق انھیں شہر کے باہر دفن کیا گیا۔

اہلِ کوفہ عموماً اپنے مردوں کو شہر کے اندر دفن کرتے تھے، لیکن حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے وصیت کر دی تھی کہ مجھ کو بیرونِ شہر دفن کرنا، اس وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہر کے باہر دفن کیا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلے صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں، جن کی قبر سے کوفہ کے باہر ویرانہ آباد ہوا۔ وفات کے وقت بہتّر سال کی عمر تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت خبابؓ کی وفات کی اطلاع ملی، چناں چہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

بے چاری گائے

حفصہ محمد فیصل

"کیا، کیا سوچا ہوگا اس نے بھی، کتنی باتیں محفوظ ہوں گی اس کی میموری میں بھی، نہ کسی کو اس کے احساسات کی پروا ہے نہ فکر!" یہ جملے نوسالہ ریحان کے تھے، جو پورے گھر میں اپنی فلسفیانہ سوچ کی بنا پر "ارسطو جونیئر" کے نام سے مشہور تھا۔

سلیم صاحب اپنے ہونہار سپوت کے خیالات سن کر مسکرا رہے تھے۔

"بابا! میں سچ کہہ رہا ہوں؛ "جب ہم کہتے ہیں کہ ہر جان دار کے احساسات ہوتے ہیں تو اس معصوم اور بے چاری گائے کے بھی یقیناً ہوں گے۔" ریحان اپنے موقف پر بدستور ڈٹا ہوا تھا۔

"دیکھو بیٹا! اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو ہم انسانوں سے زیادہ قوت اور طاقت سے نوازا ہے، یہ چاہیں تو ہم سب کو ایک پل میں پچھاڑ کر رکھ دیں، لیکن اللہ رب العزّت نے ان کے دلوں میں انسانوں کے آگے مسخر ہونے کا حکم ڈال دیا اور یہ نکیل ڈالنے پر ہمارے تابع ہو جاتے ہیں۔ اب اگر آپ ان کے احساسات اور محسوسات کو آزمانا چاہتے ہیں تو ان سے محبت کیجیے، پیار سے پیش آیئے اور ان کی خدمت کیجیے، وہ آپ سے خوش ہوں گے اور پھر جب آپ ان کی قربانی کریں گے تو وہ آپ کے لیے قبولیت کا باعث بنیں گے۔

ریحان کو بابا جان کی باتیں کافی حد تک سمجھ میں آ گئی تھیں۔ اب وہ گائے کی خدمت میں ہر وقت جتا رہتا، بلکہ بعض اوقات تو وہ گائے کے کان میں کھسر پھسر بھی کرتا ہوا پایا جاتا، جسے دیکھ کر امی جان اور بابا جان مسکراتے رہتے جب کہ بڑے بھیّا تو جملے بھی کس دیتے: "بھئی! گائے کے ساتھ میموریز بنائی جارہی ہیں، کیا کہنے! ہمارے جونیئر ارسطو کے۔"

عید کے آنے میں چند ہی دن باقی تھے، ہر طرف گائے، بکرے، بیل اور دنبے اپنی رونق دکھا رہے تھے۔ ریحان ان جانوروں کو دیکھ کر بہت خوشی محسوس کرتا، اس کے ننھّے سے دماغ میں ان پیارے پیارے جانوروں کے متعلّق بہت ہم دردی تھی، لیکن بابا جان کے سمجھانے پر وہ یہ بات سمجھ گیا تھا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے اور ان کی رضا کے لیے کیا جاتا ہے۔

ریحان نے اپنی گائے کا نام "بیلی" رکھ لیا تھا اور گائے کی کمر پر مہندی سے لکھ بھی دیا تھا۔ بیلی بالکل شریف اور معصوم تھی، وہ ریحان سے بے حد مانوس ہو گئی تھی۔ کبھی کبھی ریحان کو اسکول سے دیر ہو جاتی تو وہ کسی اور کے ہاتھ چارہ بھی نہ کھاتی۔

بڑے بھیّا اور باجی بہت کوشش کرتے کہ کسی طرح ہمارے ہاتھ سے کچھ کھا لے، مگر بیلی منہ لٹکائے کھڑی رہتی، جیسے ہی ریحان گھر میں داخل ہوتا، بیلی "اوں، اوں" کی آواز کے ساتھ خوشی کا اظہار کرتی۔ بڑے بھیّا اور باجی حیرت سے یہ سارا منظر دیکھتے۔

جیسے جیسے عید کے دن نزدیک آ رہے تھے، ریحان اور بیلی کی محبت میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ریحان بیلی کو لیے لیے گلی محلوں میں گھومتا پھرتا، اکثر ریحان اور پڑوسیوں کی گائے کی دوڑ بھی لگتی، کبھی بیلی جیت جاتی تو ریحان خوشی سے پھولا نہ سماتا، کبھی دوسری گائیں جیت جاتیں، لیکن ریحان کی طبیعت میں کوئی حسد یا جلن نہ تھی، وہ دوسرے جانوروں کی جیت پر بھی خوش ہوتا تھا۔

بچے اپنے اپنے جانوروں کے ساتھ کھیلتے، شور مچاتے خوش ہوتے پھر رہے تھے۔ عید کے دن قریب سے قریب تر آ رہے تھے۔ جانوروں کا رش بڑھتا جا رہا تھا۔

عید سے ایک دن پہلے رات کے وقت جب ریحان بیلی کی گردن کو پیار سے سہلا رہا تھا تو اس کی آنکھیں بھر آئیں اور ہچکی بندھ گئی۔

بابا جان اور بڑے بھیّا ریحان کو بہلانے لگے کہ انھیں کچھ غیر معمولی سا محسوس ہوا اور جب انھوں نے پلٹ کر بیلی کی جانب دیکھا تو ان کو حیرت کا جھٹکا لگا، اس لیے بیلی کی آنکھوں میں بھی موٹے موٹے آنسو تھے، گویا وہ بھی ریحان کے ساتھ رو رہی تھی، اسے بھی ریحان سے بچھڑنے کا غم تھا۔

ریحان نے بیلی کو اپنے گلے سے لگا لیا۔ بابا جان اور بڑے بھیّا کی آنکھیں بھی "جونیئر ارسطو" کے فلسفے کو عملی طور پر دیکھ کر چھلک پڑیں۔

عیدالاضحیٰ، سنتِ ابراہیمی

یسریٰ عبدالرحمٰن

"گائے آئی، گائے آئی، گائے آئی!!!"

پانچ سالہ ثنا پچھلے ایک گھنٹے سے اپنے کمرے کی کھڑکی سے لگی گلیوں سے آتی ان آوازوں پر غور کر رہی تھی۔ اس کے ننّھے ذہن میں کب سے یہ بات گردش کر رہی تھی کہ آخر ہر سال اسے ایسی مخصوص آوازیں کیوں سننے کو ملتی ہیں۔

چوں کہ عیدالاضحیٰ کی آمد آمد تھی، اس لیے تقریباً ہر گھر کے باہر ایک یا دو عدد جانور قربانی کے لیے موجود تھے۔ بعض لوگ اپنے گائے، بیل اور بکروں کو ٹہلا رہے تھے، بعض چھوٹے بچے ان کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھے۔ غرض ہر کوئی اپنے اپنے جانوروں میں مگن تھا۔ ثنا یہ سارا منظر بہت پُر شوق نگاہوں سے تک رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ آخر اس سب کے پیچھے مقصد کیا ہے۔

ثنا دوسری جماعت کی طالبہ تھی، جو ایک متوسط درجے کے خوب صورت سے گھر میں اپنے والد عبداللہ، والدہ سمیّہ اور چھوٹے بھائی فاروق کے ساتھ رہتی تھی۔ اس کا چار سالہ بھائی اس سے ایک جماعت پیچھے تھا، چوں کہ عیدالاضحیٰ آنے والی تھی، اس لیے دونوں بچوں کے اسکول میں عید کی چھٹیاں پڑ چکی تھیں اور باقی گلی کے جو بچے تھے، وہ بھی عید کی چھٹیاں اپنے جانوروں کے ساتھ کھیل کود کر گزار رہے تھے، اس لیے اکثر گلی میں شور رہتا تھا۔ کبھی گائے بکروں کا تو کبھی بچوں کے چیخنے چلانے کا۔ روزانہ کا یہ معمول ثنا کو الجھن میں ڈال رہا تھا، اس لیے اس نے اپنے بابا سے اس بارے میں بات کرنے کی ٹھانی اور ان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

عبداللہ صاحب اپنے کمرے میں کسی کتاب کا مطالعہ کرنے میں مشغول تھے اور ساتھ ہی سمیّہ بیگم براجمان تھیں، جو فاروق کو اسکول کی چھٹیوں کا کام کروا رہی تھیں۔ ثنا نے ان کے کمرے میں داخل ہو کر سلام کیا اور بابا کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔

ثنا کو دیکھ کر عبداللہ صاحب نے کتاب بند کی اور سلام کا جواب دیتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے ثنا کی جانب دیکھا۔

"بابا! مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔" ثنا نے اپنے بابا کی طرف دیکھتے ہوئے بات کا آغاز کیا تو اس کی ماما اور چھوٹا بھائی بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"جی جی پوچھیے!" عبداللہ صاحب نے شفقت بھرے لہجے میں دریافت کیا۔

"بابا! ہماری گلی میں ہر گھر کے سامنے اتنی ساری گائے، بکرے اور اونٹ وغیرہ کیوں بندھے ہیں؟ انھیں کیوں ذبح کیا جاتا ہے؟ عیدالاضحیٰ کیوں منائی جاتی ہے؟" ثنا نے اپنی سمجھ کے مطابق یہ سوالات پوچھ ڈالے تو اس کی بے صبری پر اس کے ماما بابا دونوں ہی مسکرا دیے۔

"چلیں! آج آپ دونوں کو اس کا راز بتاتا ہوں۔" عبداللہ صاحب نے ثنا اور فاروق دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو وہ دونوں ہمہ تن گوش ہوئے۔

"بچو! یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔" انھوں نے بچوں سے دریافت کیا تو دونوں یک زبان ہو کر بولے:

"جی بابا جان! ہم جانتے ہیں۔" تو عبداللہ صاحب مسکرا دیے اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہنا شروع کیا۔

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہا ہوں۔ نبیوں کا خواب سچا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا تھا، چناں چہ صبح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: "بیٹے! میں نے ایک خواب دیکھا ہے، جس میں میں اپنے ہاتھ سے آپ کو بحکمِ الٰہی ذبح کر رہا ہوں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟"

تو ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے کیا ہی خوب جواب دیا کہ "ابا جان! آپ کو جو بھی حکم ملا ہے، اس پر عمل کر گزریے، آپ مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والا پائیں گے۔"

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکّہ مکرمہ سے لے کر چلے اور منیٰ میں ذبح کرنے کی نیت سے ایک چھری ساتھ لی، جب منیٰ میں داخل ہونے لگے تو آپ علیہ السلام کے بیٹے کو شیطان بہکانے لگا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بات کا علم ہوا تو شیطان کو "اللہ اکبر" کہہ کر سات کنکریاں ماریں، جس کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گیا۔ دونوں باپ بیٹے آگے بڑھے تو پھر زمین نے اسے چھوڑ دیا۔ کچھ دور جا کر شیطان پھر بہکانے لگا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر اسے "اللہ اکبر" کہہ کر سات کنکریاں ماریں، وہ پھر زمین میں دھنس گیا۔ یہ دونوں آگے بڑھے، زمین نے اسے پھر چھوڑ دیا تو یہ شیطان پھر سے ورغلانے لگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر اسے "اللہ اکبر" کہہ کر سات کنکریاں ماریں تو وہ پھر زمین میں دھنس گیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ اسلام آگے بڑھے اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ ابھی ذبح کرنے نہ پائے تھے کہ آسمان سے ندا آئی۔ "قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا" یعنی اے ابراہیم (علیہ السلام)! تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا، پھر اللہ نے ایک مینڈھا بھیجا، جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی جانب سے ذبح کر دیا۔"

عبداللہ صاحب نے اپنے دونوں بچوں کی طرف دیکھا جو مبہوت ہو کر ان کی بات

مددگار روبوٹ

مسز ملک

احمد زخمی حالت میں سڑک پر پڑا تھا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ مدد کے لیے آہ و بکا کر رہا تھا۔ اسے دور دور تک کوئی انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سڑک ویران تھی، سورج ڈھل چکا تھا۔

لیکن احمد کو لگ رہا تھا، اب وہ زندہ نہیں رہے گا۔ اس کی آنکھیں خود بہ خود بند ہو رہی تھیں۔

اس کی آنکھوں نے جو آخری منظر دیکھا وہ یہ تھا کہ ایک طرف سے بہت سے چھوٹے بڑے روبوٹ اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ بڑبڑا رہا تھا: ”ر۔۔۔ر۔۔۔بو۔۔۔ربوٹ!“

پھر تین روبوٹ اس کی طرف بڑھے، دھندلی آنکھوں سے اس نے دیکھا کہ ان تینوں نے اپنی لائٹس جلالی تھیں۔

روبوٹس سے متحدہ عرب امارات کی عوامی زندگی میں تیزی سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔

سرکاری اداروں اور کمپنیوں کو تمام شعبوں میں خدمات کی کارکردگی اور کاروباری ترقی کو بہتر بنانے کے لیے روبوٹس اور مصنوعی ذہانت کے استعمال کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔

امارات ہیلتھ سروسز فاؤنڈیشن نے اپنی صحت کی سہولیات کو ”بلڈ ڈرائنگ روبوٹ“ سے آراستہ کرنے کا اعلان کیا ہے، جو اس روبوٹ کو استعمال کرنے والا پہلا علاقائی ادارہ ہے۔

جائزے کے مطابق اس سے عملے کے لیے درکار وقت کا 80 فیصد اور خون نکالنے کے لیے مریضوں کے انتظار کے وقت کا 50 فیصد بچایا جا سکتا ہے۔

ان تینوں روبوٹس میں ایک طبّی خدمات کی فراہمی میں مدد دینے والا دنیا کا جدید ترین روبوٹ ”گریس“ (جذبات کا اندازہ لگانے کی صلاحیت رکھنے والا) بھی تھا، جو ہم دردی کا اظہار بھی کرتا ہے اور 100 سے زیادہ زبانیں سمجھ سکتا ہے۔

یہ دنیا میں مریضوں کی نگہداشت کرنے والا امتیاز ترین روبوٹ ہے۔

بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ”آئی یو“ کے مطابق اسے کسی بھی طبّی مرکز یا گھر میں لوگوں کی طبّی نگہداشت کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اس سے پہلے کہ ”احمد“ بے ہوشی میں چلا جاتا، گریس نے آگے بڑھ کر اسے باتوں میں لگانا شروع کیا۔

وہ احمد کو آوازیں دینے لگا youngman ہوش میں آؤ! ہمت کرو۔۔۔ احمد نقاہت اور خون کے بہاؤ کی وجہ سے بے ہوشی کی طرف جا رہا تھا۔ روبوٹ یہ جانتا تھا، اس نے سب سے پہلے احمد کا خون بند کرنا شروع کیا۔

تب تک صفدر بھی قریب آ چکا تھا، جو ان سب روبوٹس کو مانیٹر کر رہا تھا۔

گریس (روبوٹ) نے اپنے دو ساتھیوں (روبوٹس) کی مدد سے احمد کو صفدر کی گاڑی میں منتقل کیا۔

یہ ایک ایسی گاڑی تھی، جس میں طبّی امداد کا سب سامان موجود تھا۔

صفدر گریس کو گائیڈ کرتا جا رہا تھا اور گریس اپنے دو روبوٹس کی مدد سے اس کی ٹریٹمنٹ شروع کر چکا تھا، چوں کہ گریس روبوٹ کو بنایا ہی ان حالات میں مدد کے لیے تھا، چناں چہ اس کی محنت رنگ لے آئی اور احمد کے حواس کام کرنے لگے۔ اسے یاد آنے لگا کہ کس طرح اس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور وہ بے یار و مددگار سڑک پر پڑا تھا۔ اس کے ذہن پہ چھائی مایوسی اس کو بے ہوشی کی طرف دھکیل رہی تھی کہ یکایک اس کے ذہن میں بجلی سی کوندی اور یہ آیت اسے اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے لگی۔

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

اے لوگو! تم مجھ سے دعا کرو، میں اسے قبول کروں گا۔

بے ہوشی میں جانے تک اس کے ہونٹوں پر بس یہی دعا تھی اور اللہ نے اس کی دعا کو قبول کیا۔

اللہ نے نہ صرف اس کی مدد کی، بلکہ اس کو ایک نئی زندگی عطا کی۔

بے شک! وہ اپنے بندے سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے، بس! اسے دل سے پکارنے کی دیر ہوتی ہے۔

سُن رہے تھے، مزید گویا ہوئے۔

”اسی قربانی کی یاد میں اہلِ ایمان ہر سال جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ حج کے موقع پر جو کنکریاں ماری جاتی ہیں، ان کی ابتدا بھی اسی واقعے سے ہوتی ہے۔ حجاج ان ہی تین جگہوں پر کنکریاں مارتے ہیں، جہاں شیطان زمین میں دھنس گیا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جانوروں کی قربانی کرنا عبادات میں شمار ہو گیا۔“ بات ختم کر کے انھوں نے باری باری دونوں کی طرف دیکھا۔

”اب تو سمجھ آ گیا ہو گا کہ ہم ہر سال جانوروں کو ذبح کیوں کرتے ہیں؟“ انھوں نے ثنا سے دریافت کیا۔

”جی بابا جان! بہت اچھے سے سمجھ آ گیا۔“ ثنا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ہمارا جانور کب آئے گا؟“ فاروق جو کب سے خاموش بیٹھا تھا، بے صبری سے بولا۔

”ان شاء اللہ بہت جلد!“ اس کے بابا نے ایک بھرپور مسکراہٹ سے دونوں کی طرف دیکھا اور دل میں اپنے بچوں کی دائمی خوشیوں کی دعا مانگی۔

بچوں کے فن پارے

زویا فہد 11 سال کراچی

اریج فاطمہ12سال واہ کینٹ

عبیدیہ رضوان،9سال سیالکوٹ

صالحہ رئیس 12 سال راول پنڈی

محمد بن رفیق دوم میر پور خاص

عنابیہ طلحہ 8 سال راول پنڈی

مومنہ عثمان10 سال سیالکوٹ

مناہل فاطمہ میر پور خاص

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ حیدر آباد سے **طوبی اخلاق** کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

ماہنامہ فہم دین جون 2024ء کے سوالات

سوال 1: حضرت ایوب علیہ السلام کی کتنی بیٹیاں اور بیٹے تھے؟

سوال 2: استقامت کے معنی کیا ہیں؟

سوال 3: حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کس وبا میں مبتلا ہو کر شہید ہو گئے۔

سوال 4:.. می می چڑیا نے کیا عہد کیا؟

سوال 5: کوہ قاف کیا ہوتا ہے؟

پیارے بچو!!!

کیا آپ کو پتا ہے پرندوں کا بادشاہ کون سا پرندہ ہے؟

جی ہاں شاہین!

اور یہ بھی آپ جانتے ہوں گے کہ شاہین میں بہت سی خوبیاں ہیں جیسے بلند پرواز، تیز نظر، اپنا شکار خود کرنا اور آندھی و طوفان میں سہم اور دبک کر کہیں بیٹھنے کی بجائے طوفان کی مخالف سمت کو مزید اونچا اڑنے کے لیے استعمال کرنا۔

اچھا اب یہ بتائیں ہمارے قومی شاعر کون ہیں؟

جی ہاں علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ!

پیارے بچو!

ہمارے قومی شاعر علامہ محمد اقبال ایک بہت عظیم رہنما تھے وہ چاہتے تھے کہ مسلم قوم کے سب بچوں میں شاہین جیسی صفات پیدا ہو جائیں۔

مسلمان بچے اپنی زندگی میں بلند مقصد کو اپنی نگاہ میں رکھیں۔ خود محنت کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور رستے کی کسی تکلیف اور پریشانی سے نہ گھبرائیں۔

تو کیا خیال ہے بچو! آپ اپنے پیارے قومی شاعر کی بات مانتے ہوئے شاہین بچے بنیں گے نا!

مئی 2024ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر سیالکوٹ سے

مومنہ عثمان

کو شاباش انہیں 300 روپے مبارک ہوں

مئی 2024ء کے سوالات کے جوابات

جواب 1:. دنیا کے ساتھ ساتھ دین کا علم حاصل کرنا

جواب 2: قبیلہ بنو تمیم

جواب 3:. گندی زبان

جواب 4: زبان میں لکنت۔

جواب 5: پوسٹ ماسٹر کی مدد کرنے کی وجہ سے

سنیے!!!!

یہ سوالات مئی 2024 کے شمارے سے لیے گئے۔ جوابات کی آخری تاریخ 15 جون 2024ء ہے

مجھ کو عیدی آپ دیں

ساجدہ بتول

میرے مالک میرے اللہ مجھ کو عیدی آپ دیں
دل کا ہے میرے تقاضا مجھ کو عیدی آپ دیں

مجھ کو ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت آپ دیں
پھر نہ کیسے ہو یہ مولا! مجھ کو عیدی آپ دیں

آپ ہی وارث ہیں میرے آپ ہی اپنے مرے
میرے والی میرے ربا! مجھ کو عیدی آپ دیں

ہر برس امی سے ابو سے مجھے عیدی ملی
چل دیے ہیں اب وہ عقبیٰ مجھ کو عیدی آپ دیں

گرچہ ہوں عورت مگر ہوں آپ کی چھوٹی بہت
ننھّی ہوں بندی خدایا! مجھ کو عیدی آپ دیں

اک کوئی کپڑوں کا جوڑا چند سو کے نوٹ ہی
پِن کلپ کوئی دوپٹہ مجھ کو عیدی آپ دیں

کار کوٹھی کوئی بنگلہ یا کہ کوئی فیکٹری
کوئی ملکہ، کوئی عہدہ مجھ کو عیدی آپ دیں

کوئی ناشر کتب میری مفت میں ہی چھاپ دے
بھیج دیں نا یہ ہی نامہ مجھ کو عیدی آپ دیں

مجھ سی جاہل کو عروجِ بخت اب ایسا ملے
پٹ چلے اب میرا ڈنکا مجھ کو عیدی آپ دیں

جانتے ہیں آپ کہ اولاد بھی میری نہیں
اِک حسیں معصوم بچہ مجھ کو عیدی آپ دیں

مجھ کو بلوالیں درِ کعبہ پہ اے پیارے خدا!
حج یا عمرے کا ویزہ مجھ کو عیدی آپ دیں

روز و شب کچھ اب مطاف و سعی مروہ میں کٹیں
دیکھ لوں کعبے کا جلوہ مجھ کو عیدی آپ دیں

اب سعادتِ حج کی ناکس کو ہو جائے نصیب
واں گزاروں یومِ عرفہ مجھ کو عیدی آپ دیں

اب دیارِ سرورِ کونین میں اِک گھر ملے
ان کے ہاں اب ہو ٹھکانا مجھ کو عیدی آپ دیں

ایک لمحے کو بھی نہ میں آپ سے غافل رہوں
جذب دے دیں مجھ کو ایسا مجھ کو عیدی آپ دیں

مجھ سی اس بے سائباں کو اب تو تحفے میں ملے
گنبدِ خضریٰ کا سایہ مجھ کو عیدی آپ دیں

مسجدِ نبوی ﷺ میں میری موت آئے بس بتولؔ
میرا مدفن ہو مدینہ مجھ کو عیدی آپ دیں

میری آہوں پہ تسلی میرے زخموں پہ دوا
میرے دل کو کچھ دِلاسہ مجھ کو عیدی آپ دیں

جیب میں ہیں آپ کی یہ ہاتھ گرچہ میرے رب!
پھر بھی میرا دل ہے کہتا مجھ کو عیدی آپ دیں

پیار کی میٹھی صدا میں دل سے میرے آج بس
ضد کا ہے یہ شور اُٹھا مجھ کو عیدی آپ دیں

آپ سے میرا تعلق روزِ روشن ہو گیا
کس قدر ہے اس کا چرچا مجھ کو عیدی آپ دیں

دل کا ہے یہ درد یارب یہ نہیں کوئی نظم
آنسوؤں سے ہے یہ لکھا مجھ کو عیدی آپ دیں

میں بتولؔ اب آپ کے رحم و کرم پہ ہوں فقط
اے مرے ملجا و ماویٰ مجھ کو عیدی آپ دیں

حمد باری تعالیٰ

خرم فاروق ضیا

ترا نظّارہِ قدرت جہاں میں ہر جگہ دیکھا
تجھے کون و مکاں میں چار سو جلوہ نما دیکھا

بلند بالا پہاڑوں سے تری عظمت سنی ہم نے
تری تحمید میں ذروں کو مصروفِ ثنا دیکھا

شجر کے سبز پتوں میں تری صورت نظر آئی
گُلوں کے رنگ اور بُو میں تجھے مہکا ہوا دیکھا

ترے کُن سے نکلتا ہے یہ سورج روشنی لے کر
قمر کی چاندنی میں تیری ہستی کا پتا دیکھا

پرندے چہچہائیں تو تری تسبیح کرتے ہیں
بِلوں میں چیونٹیوں کو بھی ترا نغمہ سرا دیکھا

چمکتے جگنوؤں نے تیری ضو سے روشنی پائی
ستاروں کو ترے دم سے دمکتا، پُر ضیا دیکھا

سکونِ قلب ملتا ہے ترا ہی نام لینے سے
کہ جس دل میں نہیں ہے تو وہاں محشر بپا دیکھا

احاطہ کر نہیں سکتا ضیا تیرے کرشموں کا
خرد والوں کو ہم نے تیری ہستی میں فنا دیکھا

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: شیخ ابو بکر، عبدالرحمن چترالی

حمدِ باری تعالیٰ

تجھ سے کچھ اور بھی اس دل کو میں ڈرتے دیکھوں
ریت کی طرح جب انسان کو بکھرتے دیکھوں

رات کے پچھلے پہر جب بھی کروں یاد تجھے
اپنی تنہائیوں کو روشنی کرتے دیکھوں

جب گیا ہوتا ہوں سجدے میں تو سر سے اپنے
قافلہ ساری رحمت کا گزرتے دیکھوں

ڈوب جاتی ہیں، جب اشکوں میں دعائیں میری
خود کو ساحل پہ کھڑا پار اُترتے دیکھوں

جب بھی حق بات کوئی میری زبان سے نکلے
اپنے شانوں پہ تجھے ہاتھ سا دھرتے دیکھوں

دیدہ و دل تری دوری میں اُلجھتے جائیں
زلفِ تقدیر کچھ اس طرح سنورتے دیکھوں

میری تصویر پہ بھی میرے مصوّر ہو کرم
رنگ کیا کیا تجھے کونین میں بھرتے دیکھوں

تجھ میں ہو جاؤں فنا کاش! میں اتنا یا رب!
اپنی دہلیز پہ شیطان کو مرتے دیکھوں

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

مشکل ہوتا ہے سنبھلنا سرکارِ مدینہ
آتا ہے یاد جب بے اختیارِ مدینہ

آتی ہے یاد جب مجھے سرکارِ مدینہ
کر دیتا ہے مجھے بے قرارِ مدینہ

فضاؤں میں گھلی ہے یہ کیسی طہارت
اُڑ رہا ہے شاید غبارِ مدینہ

برسوں سے صدائیں دے رہے ہیں ہم
اک بار تو ہمیں پکارے مدینہ

اک لمحہ فرقت بھی گوارا نہیں شاثیؔ
ہوتا نہیں اب انتظارِ مدینہ

(شاعر: شاثیؔ خامان)

آ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر میں اسی طرح کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ دمشق میں ایک آدمی اپنا گدھا سواری کے لیے اُجرت پر دے کر گذر بسر کرتا تھا۔ ایک دن ایک شخص نے آکر کہا کہ "فلاں جگہ جانا ہے، مجھے لے چلو" اس نے اس شخص کو بٹھا کر چلنا شروع کیا تو وہ ایک ویران راستے سے جانے کے لیے کہنے لگا، گدھے کے مالک نے کہا کہ "یہ راستہ مجھے نہیں معلوم۔" وہ شخص کہنے لگا: "مجھے معلوم ہے، یہ راستہ قریب پڑتا ہے۔" جب اس راستے سے کچھ آگے بڑھے تو ایک خطرناک وادی آئی، وہ شخص گدھے سے اترا اور خنجر نکال کر سواری کے مالک کو اس نے قتل کرنے کا ارادہ کیا، اس بیچارے نے اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ گدھا اور اس پر جو کچھ ہے سب لے لو، مجھے چھوڑ دو، لیکن وہ نہیں مانا، کہا کہ وہ تو لینا ہی ہے، مگر تم کو بھی قتل کروں گا۔ اس نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی، کہا "جلدی پڑھو!" سواری کے مالک کا بیان ہے کہ میں نماز کے لیے کھڑا ہوا تو خوف کی وجہ سے جو کچھ یاد تھا سب بھول گیا، قرآن کا ایک حرف بھی حافظہ میں نہیں رہا، اچانک میری زبان پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت جاری فرمائی: أَمَّنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ "کوئی ہے جو پریشان حال لوگوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کی تکلیف کو دور کرتا ہے"

اتنے میں ایک شہوار آیا، اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا، وہ نیزہ اس نے اس ڈاکو کے سینے میں دے مارا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں نے شہوار سے اس کا تعارف پوچھا تو وہ کہنے لگا: "میں اسی ذات کا بندہ ہوں، جو پریشان حال کی دعا سنتی اور مصیبت دور کرتی ہے۔" (تفسیر ابنِ کثیر) واقعتاً اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا جلد جلد قبول فرماتے ہیں، مصیبت زدہ اور مظلوم کی آہ جب بلند ہو جاتی ہے تو اس کی قبولیت میں دیر نہیں لگتی۔

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے　　بادلو! ہٹ جاؤ دیدو راہ جانے کے لیے

(کتابوں کی درسگاہ میں، ابن الحسن عباسی، ص:90)

عجیب مقناطیسیت

دنیا کے اندر بہت سی عجیب تعمیرات موجود ہیں۔ سات عجائب مشہور ہیں اور اب تو دنیا عجائبات سے بھری ہوئی ہے، لیکن ان سب کا حال یہ ہے کہ کسی انتہائی حسین سے حسین منظر اور خوب صورت سے خوب صورت عمارت کو ایک دفعہ دیکھیں، دو مرتبہ دیکھیں، دس مرتبہ دیکھ لیں، زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس مرتبہ دیکھنے سے دل بھر جائے گا، حتّٰی کہ اُسے دیکھنے کو جی نہیں چاہے گا، لیکن اس کالے کالے پتھروں والے کمرے میں کیا عجیب مقناطیسیت ہے کہ نظروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، دل موہ لیتا ہے کہ گھروں کو آنے کے باوجود دل وہیں لگا رہتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ خود تو آگئے، لیکن دل وہیں چھوڑ آئے۔

(اصلاحی تقریریں، مفتی محمد رفیع عثمانی، ج:4، ص:109)

آدابِ وقت

حق تعالیٰ کی طرف سے ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور اُس نے اپنے کلام پاک میں وقت اور وعدے کی پابندی کی تاکید فرمائی ہے۔ اہلِ مغرب وقت کے جس قدر پابند ہیں، اہلِ مشرق اس معاملہ میں اُسی قدر آزاد ہیں۔ اُن کے نزدیک وقت کی کوئی قدر، اہمیت اور قیمت نہیں، حالاں کہ دنیا میں ہر چیز کا نعم البدل مل سکتا ہے، مگر وقت کا نہیں! جو لمحہ گزر جائے، وہ کسی قیمت پر واپس نہیں لایا جا سکتا، اس کی قیمت کا صحیح اندازہ اس وقت لگے گا جب عزرائیل علیہ السّلام روح قبض کرنے کے لیے آئے گا اور وہ ایک ثانیہ کے لیے بھی مہلت نہ دے گا، خواہ اس کے قدموں پر کل کائنات کی دولت کا ڈھیر لگا دیا جائے۔ اس لیے انسان پر وقت کی پابندی لازمی ہے۔ گاڑیوں کی آمد ورفت کے لیے اوقات مقرر ہیں، جس طرح وہ سفر کے لیے بروقت اسٹیشن پر پہنچ جاتا ہے، اسی طرح جس جس عبادت کا وقت مقرر ہے، اس کے لیے بروقت اہتمام کرے اور عین وقت پر ادا کرے۔ جیسے نماز کہ اسے وقتِ مقررہ پر ادا کرنے کے لیے جس قدر اہتمام کرے گا، اس سے زائد ثواب ودرجات حاصل کرے گا۔ عبادات کا زیور پہنائے، دین کی پابندی سکھائے، سنت کا عطر لگائے، صبر ورضا اور توکل وتقویٰ کا سنگھار کرائے، حسنِ اخلاق سے مالا مال کرے، علم وعمل کا سرمایہ دے اور شرم وحیا کا پردہ کرائے۔

(وقت کا بہترین استعمال، محمد بشیر جمعہ، ص:84)

اردو زبان کا تحفظ وترقی

برِّصغیر میں مسلمانوں کے دور سے عربی، فارسی، ترکی سنسکرت اور کئی مقامی زبانوں کے میل جول سے ایک نئی زبان اردو وجود میں آئی اور جلد ہی یہ زبان مسلمانوں اور دیگر قوموں کے درمیان اشتراک اور رابطے کا ذریعہ بنی، لیکن 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد ہندوؤں نے اردو زبان کو مسلمانوں کی زبان قرار دے کر اسے ختم کرنے کی کوشش کی۔ 1867ء میں سب سے پہلے اردو ہندی تنازعہ شروع ہوا، اس کے بعد برِّصغیر کے مختلف علاقوں میں ہندوؤں کی طرف سے اردو کی جگہ ہندی رائج کرنے کا مطالبہ کیا جائے لگا، جبکہ اردو نہ صرف مسلمانوں کا قومی ورثہ اور ان کی قومی پہچان بن چکی تھی، بلکہ مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کے کئی اہم موضوعات کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا تھا، اس لیے مسلمان نہ صرف اردو زبان کی حفاظت کرنا چاہتے تھے، بلکہ اس عظیم ورثہ کو فروغ دینا چاہتے تھے جو علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کے بغیر ناممکن تھا۔

(اسلامی جمہوریہ پاکستان، ڈاکٹر محمد عادل خان صاحب، ج:1، ص:469)

راہِ دعوت کی ریا بھی اخلاص ہے

اس سے ایک قدم اور آگے بڑھ کر یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ دعوتِ دین کا عمل ایسا مقبول اور محبوب کام ہے کہ اس کی ریا بھی ایک طرح سے عین اخلاص ہے۔ مثال کے طور پر آپ کسی غیر مسلم کے سامنے اپنے اخلاق اور اچھے معاملات کا مظاہرہ اس نیت سے کرتے ہیں کہ میرا عمل اس کے لیے اسلام کی طرف کشش کا سبب ہوگا۔ آپ اپنے ماتحتوں اور ساتھیوں میں کسی کام کی ترغیب کے لیے کوئی کام دکھا کر کرتے ہیں تو اگرچہ یہ عمل دکھانے کے لیے کیا جارہا ہے، لیکن درحقیقت یہ عمل عین اخلاص ہے۔ خود جنابِ رسول اللہ ﷺ سے بہت سی دعاؤں کو صحابہ کی تلقین وتعلیم کے لیے زور سے پڑھنا ثابت ہے، البتہ اس کے ساتھ یہ محاسبہ بھی ضروری ہے کہ نیت میں یہ بات داخل نہ ہونے پائے کہ میرے عمل یا دعوتی کوششوں سے لوگوں میں میرا نام ہو اور میری عقیدت بڑھے۔

(مجموعۂ رسائلِ دعوت، محمد کلیم صدیقی، ص:240)

قربانی کیا سبق دیتی ہے؟؟

قربانی کے معنی ہیں ”اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی چیز“ اور یہ لفظ قربانی ”قربان“ سے نکلا ہے اور لفظ قربان ”قرب“ سے نکلا ہے تو قربانی کے معنی یہ ہیں کہ وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے اور اس قربانی کے سارے عمل میں یہ سکھایا گیا ہے کہ ہمارے حکم کی اتّباع کا نام دین ہے، جب ہمارا حکم آجائے تو اس کے بعد عقلی گھوڑے دوڑانے کا موقع ہے، نہ اس میں حکمتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے کا موقع باقی رہتا ہے اور نہ اس میں چوں وچرا کرنے کا موقع ہے، ایک مومن کا کام یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے حکم آجائے تو اپنا سر جھکا دے اور اس حکم کی اتّباع کرے۔

(اصلاحی خطبات، مفتی محمد تقی عثمانی، ج:2، ص:132)

رپورٹ: خالد معین

عیدالاضحیٰ
لاکھوں مستحقین تک گوشت پہنچانے کے انتظامات

کراچی (پ ر) بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ سالہاسال سے وقف اجتماعی قربانی کا اہتمام کر رہا ہے، جس کی نگرانی جید علمائے کرام کرتے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ملک کے طول و عرض کے بیسیوں مقامات پر اجتماعی قربانی کا اہتمام کیا جائے گا۔ وقف اجتماعی قربانی میں حصہ لینے کے خواہش مند بیت السلام ویلفئیر ٹرسٹ کے دفاتر میں یا آن لائن اپنے حصے کی رقم جمع کروا رہے ہیں۔ بیت السلام کے سینکڑوں رضاکار سال ہائے گزشتہ کی طرح مضافاتی اور پس ماندہ بستیوں کے لاکھوں افراد کے گھروں تک گوشت پہنچائیں گے۔ وقف اجتماعی قربانی میں حصہ لینے والوں کے لیے فی قربانی کی تفصیلات کچھ یوں ہیں۔

یاد رہے! بیت السلام ویلفئیر ٹرسٹ کے زیر اہتمام ہونے والی وقف قربانی سب سے بڑی وقف اجتماعی قربانی شمار ہوتی ہے۔ الحمد للہ! بیت السلام کو پاکستان میں امدادی خدمات اور سرگرمیوں کے سب سے بڑے اور مضبوط نیٹ ورک کا اعزاز حاصل ہے۔

عالمی ادارہ

بیت السلام

ویلفیئر ٹرسٹ

زکوۃ ایک فریضہ

صرف قابلِ اعتماد ہاتھوں سے

BAITUSSALAM

تعلیم

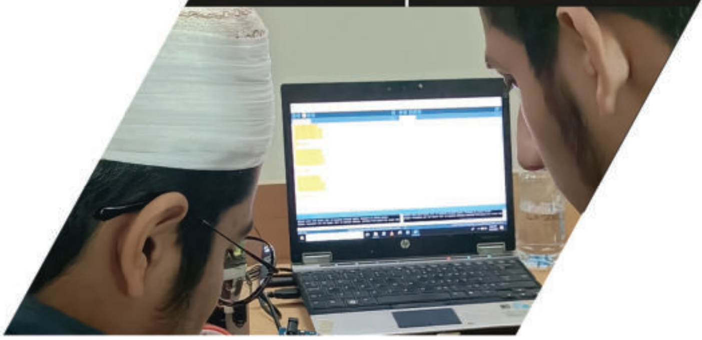

خدمت

صحت

ہو فرض بھی ادا

J.
FRAGRANCES
Black Musk
Black Musk
Eau de Parfum
J.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed